إنَّ هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه سبيلا (الآية)
أذكروا محاسن موتاكم وكفوا عن مساويهم (ترمذی ج:۱، ص:۱۹۸)

تذکرۂ

الشیخ محمد یونسؒ

یادیں اور کچھ ہدایتیں

الحمد للہ اس کتاب میں ریحانۃ الہند، محدث العصر، امیر المؤمنین فی الحدیث رئیس الاتقیاء، حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم کی ولادت سے لیکر وفات تک کے حالات مختصراً جامع انداز میں پیش ہیں۔

مؤلفہ

(مفتی) محمد کوثر علی سبحانی مظاہری
خادم الحدیث مدرسہ مظاہر علوم قدیم سہارنپور یوپی (انڈیا)

زیر اہتمام
جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیہ
نزد ریفرل اسپتال ایس ڈی او کورٹ روڈ (جامعہ نگر) فاربس گنج ارریہ بہار

ناشر
مکتبۃ الشیخ محمد یونسؒ

اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (الآية)

اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ (ترمذی ج:۱، ص:۱۹۸)

تذکرۃ
الشیخ محمد یونسؒ

یادیں اور کچھ ہدایتیں

حسبِ ارشاد

جانشین فقیہ الاسلام حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب مدظلہٗ

ناظم و متولی مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور

مؤلفہ

(مفتی) محمد کوثر علی سبحانی مظاہری

خادم الحدیث مدرسہ مظاہر علوم قدیم سہارنپور یوپی (انڈیا)

زیر اہتمام

جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیہ
نزد ریفرل ہسپتال ایس، ڈی، او کورٹ روڈ (جامعہ نگر) فاربس گنج ارریا بہار

مکتبۃ الشیخ محمد یونسؒ

تفصیلات

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب	تذکرۃ الشیخ محمد یونس جونپوریؒ
نام مصنف	مفتی محمد کوثر علی سبحانی
صفحات	۱۲۰
تعداد	۱۵۰۰
سن اشاعت	ذیقعدہ ۱۴۳۸ھ-اگست ۲۰۱۷ء
کمپیوٹر کتابت	الحرم کمپیوٹر سہارنپور
طباعت	جید پریس بلیماران دہلی-۶
ناشر	مکتبہ شیخ یونس مظاہر علوم قدیم سہارنپور

ملنے کے پتے

مفتی محمد کوثر علی سبحانی حجرہ نزد دار الحدیث دار الطلبہ قدیم مظاہر علوم چلکانہ روڈ
سہارنپور یوپی انڈیا موبائل وواٹس ایپ نمبر +91-8895040180

جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیہ
نزد ریفرل ہسپتال ایس، ڈی، او کورٹ روڈ (جامعہ نگر) فاربس گنج ارریا بہار انڈیا

فہرست مضامین

شمار	مضمون	کہاں
۱	کلماتِ تبریک: حضرت مولانا پیر طلحہ صاحب جانشین حضرت شیخؒ	۶
۲	کلماتِ تقدیم: حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب ناظم مظاہر علوم (وقف)	۸
۳	کلماتِ تحسین: حضرت مولانا عبد الرشید صاحب متالا مدظلہ	۱۱
۴	عرض حال	۱۶
۵	نام ونسب	۲۱
۶	ولادت باسعادت	۲۱
۷	تعلیم	۲۱
۸	دورۂ حدیث شریف کے شرکاء	۲۳
۹	فنون میں داخلہ	۲۳
۱۰	مدرسہ مظاہر علوم کی مسند تدریس پر	۲۴
۱۱	شیخ الحدیث کے منصب پر	۲۴
۱۲	بیعت وسلوک	۲۶
۱۳	منامی بشارت	۲۶
۱۴	خصوصی بیعت	۲۷
۱۵	صفات خلقیہ (خصائل شیخ رحمۃ اللہ علیہ)	۲۷

۱۶	حضرت شیخ کے چہرہ پر کبھی پسینہ نہیں آتا تھا	۲۹
۱۷	ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا لباس	۲۹
۱۸	عمامہ	۳۰
۱۹	ہمارے حضرت شیخ کے محاسن وکمالات	۳۱
۲۰	دارالعلوم ومظاہر علوم کے مشائخ کے تابناک ادوار	۳۳
۲۱	ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کا علمی ذوق	۳۶
۲۲	ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام	۳۹
۲۳	ہمارے حضرت شیخؒ کی اسماء رجال وفن جرح وتعدیل میں مہارت	۴۲
۲۴	ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کا درس حدیث	۴۵
۲۵	ہمارے حضرت شیخؒ کے چند درسی صفات	۵۰
۲۶	اظہار حقیقت	۵۸
۲۷	ہمارے حضرت شیخؒ کا فقہی رجحان	۵۹
۲۸	ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات	۶۰
۲۹	ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۶۴
۳۰	ہمارے حضرت شیخ کی مہمان نوازی	۶۷
۳۱	ہمارے حضرت شیخ کا درود نبیؐ سے محبت اور لگاؤ	۶۸
۳۲	ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کے کشف وکرامات	۷۱
۳۳	ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کی مجلس	۷۴
۳۴	ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا زہد وتوکل	۷۶

۳۵	ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے شادی کیوں نہیں کی	۷۸
۳۶	ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کی کچھ یادیں اور کچھ ہدایتیں	۸۱
۳۷	مظاہر علوم سہارنپور حاضری کا شوق	۸۱
۳۸	حضرت شیخ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت	۸۳
۳۹	حضرت شیخ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ڈانٹ ڈپٹ	۸۳
۴۰	حضرت شیخؒ کا زمانۂ طالب علمی میں احقر کو امام بخاری کہنا	۸۵
۴۱	مظاہر علوم سہارنپور کے زمانۂ تدریس میں حضرتؒ کی بڑی ناراضگی	۸۶
۴۲	انتظامیہ سے اختلاف نہ کرنے کی تاکید	۸۸
۴۳	سہارنپور میں گھر بنانے کا حکم	۸۸
۴۴	مظاہر علوم میں جمے رہنے کی تاکید	۸۸
۴۵	تعلقات بڑھانے سے حضرتؒ کی سخت نفرت	۸۹
۴۶	ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات	۹۰
۴۷	حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا انداز تربیت	۹۰
۴۸	تم کو میری طرف سے اجازت ہے	۹۲
۴۹	ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ مجموعۃ الامراض تھے	۹۵
۵۰	احقر کی حضرت شیخ سے آخری ملاقات اور بمبئی کا سفر	۹۷
۵۱	ہمارے حضرت شیخؒ کے مرض الوفات اور رحلت کی تفصیل	۱۰۲
۵۲	ایصال ثواب وتعزیتیں	۱۱۱
۵۳	آہ یونس ہر دل عزیز	۱۱۴
۵۴	تاریخی قطعات	۱۱۵

کلماتِ تبریک

جانشین حضرت شیخ الحدیثؒ

پیر طریقت حضرت اقدس مولانا الحاج محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی خلق الموت والحیات لنبلوکم ایکم احسن عملاً والصلوۃ والسلام علیٰ النبی المصطفی ! امابعد

دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کو پورے عالم میں جو شہرت و برتری حاصل ہے اس کی اصل یہاں کے لائق و فائق فضلاء کی علمی و تبلیغی، فکری، خانقاہی، تحقیقی و تخلیقی اور دیگر ہمہ جہتی دینی خدمات میں قائدانہ و مربیانہ کردار ادا کرنا ہے اور ان افراد سازی میں یہاں کے ماہر فن اساتذہ کی فکر مندی اور روحانی شخصیات کی تربیت کو بڑا دخل ہے خاص کر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کو جو تفوق و برتری حاصل ہے وہ حدیث پاک ﷺ میں یہاں کے محدثین کی انفرادی اور خصوصی طور سے حدیث شریف کی ہر پہلو سے خدمت انجام دینا ہے حدیث پاک کی شروح و حواشی اور اسکی تحقیقات کی تہہ تک پہنچنا مظاہر علوم کی شان ہے۔ اس کے لئے یہاں کے مشائخ اپنے جانے سے پہلے بڑی دل سوزی سے اپنے شاگردوں کی تربیت فرما کر اس فن کے لئے تیار کرتے رہے ہیں... الحمد للہ ہر زمانے میں محدثین و محققین کا سلسلہ یہاں رہا اور انشاء اللہ آئندہ بھی رہیگا جو اکابر و اسلاف کی بالتدریج نمائندگی کرتے رہیں گے۔

چنانچہ مظاہر علوم کی انہیں سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہمارے محبوب، جان جگر

اور روحانی بھائی محدث کبیر حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ تھے جن کو ہمارے مشائخ مظاہر علوم خصوصاً حضرت والد محترم قطب الاقطاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے ادنیٰ ذرہ سے شمس تاباں بنایا تھا جن کا دنیا سے رخصت ہو جانا صرف مظاہر علوم کا نقصان نہیں بلکہ پورے عالم میں علم حدیث کا خسارہ ہے ہم بے بسوں کے لئے دعا کے علاوہ کچھ نہیں ہے لہٰذا ہم سب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحبؒ کے درجات بلند فرمائے اور ہمارے اس ادارہ مظاہر علوم کو اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔

حضرت مولانا کے شاگرد و مسترشد مفتی محمد کوثر علی سبحانی نے بطور خراجِ عقیدت کے آپ کی سوانح اور تذکرہ اس کتاب میں جمع کیا ہے اور بہت جلد مختصر، قدرے مفصل مگر پر اثر اور جامع حالات تحریر کئے ہیں گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے اور مزید مفصل سوانح عمری لکھنے کا ارادہ ہے ان کے ذمہ بھی چونکہ مظاہر علوم وقف میں حدیثِ پاک کا سبق ہے اس لئے اپنے شیخؒ کے علم سے ان کو گہری مناسبت ہے ان کو لکھنے کا حق بھی ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور ہر کام میں اخلاص عطا فرمائے نیز اس رسالہ کے فیض کو عام و تام فرمائے اور خلق خدا کو حضرت شیخ محمد یونس صاحبؒ کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

(حضرت مولانا) محمد طلحہ کاندھلوی (صاحب)

کلماتِ تقدیم

جانشین فقیہ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد سعیدی صاحب مدظلہٗ

ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی علم بالقلم ،علّم الانسان مالم یعلم ،والصّلٰوۃ والسلام علی رسولہ الأکرم وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعہ من الأمم .وبعد!

اسلام دین فطرت ہے اس کی شاندار تعلیمات وہدایات اورروشن نقوش نے ہر دور میں مردہ قلوب کو زندگی اور ژولیدہ افکار کو تابندگی عطا کی ہے۔ انبیاء کرام کی داعیانہ صفات، صحابہ کرام کے شاندار کارنامے اوراکابر اہل اللہ کی قابل رشک زندگیاں ہر دور میں اسلام کی ابدیت اورمرکزیت پر مہر تصدیق ثبت کرتی رہی ہیں۔ ارشاد باری ’’ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوامن قبل لفی ضلال مبین‘‘ میں اللہ تعالیٰ نے ناخواندہ اورتہذیب وشرافت سے محروم اقوام وملل کیلئے اپنے انبیاء ورُسل اسی غرض سے بھیجے، انہیں کتابیں دیں، صحیفے دئے، احادیث قدسیہ سے مالا مال کیا اوراخیر میں اپنے محبوب کوقرآن کریم جیسا صحیفۂ ہدایت اوروثیقۂ سعادت دینے کے ساتھ ان کی امت کو’’خیر امت‘‘ کا امتیاز بخشا اورمعاً ان کے ذمہ ایک فرض منصبی کی تکمیل بھی عائد فرمادی، اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللّٰہ۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ کاارشاد ہے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ کہ صالحین کے تذکرے پر رحمت الٰہی کا نزول اوراس کی رضا کا شمول ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے

ملت اسلامیہ کے بہت سے جیالوں نے قرطاس وقلم کے ذریعہ انبیاء کرام کی تاریخ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، پاک باز بیبیوں کے تذکرے، صحابہ کرام کے حالات، تابعین کے قصے، اولیاء واتقیاء کی حکایات اوران تمام قدسی نفوس ہستیوں کے دلآویز اقوال کو کتابی شکل میں یکجا ومرتب کرنے کی کامیاب کوششیں کی ہیں اوران شاءاللہ یہ سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہیگا۔

ریحانۃ الہند محدث العصر حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلا شبہ **آیۃ من آیات اللہ** اوراس دور میں **امیر المومنین فی الحدیث** تھے۔ ان کا سانحۂ ارتحال امت کے لئے بڑا خسارہ اور نا قابل تلافی نقصان ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کا فیصلہ اپنی جگہ اٹل ہے، **اذا جاء اجلهم فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون**، ارشاد ربانی ہے جس پر ہم سب کا ایمان ہے، وہی پاک ذات حضرت کا بدل بلکہ نعم البدل پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے، اس لئے ہمیں یقین ہے ان شاءاللہ امت میں ان جیسے بیش قیمت افراد پھر پیدا ہوں گے جو حدیث پاک کی خدمت، اس کے تحفظ، غلو کرنیوالوں کی تحریف اور باطل پرستوں کے اِنتحال کی نفی کا کارنامہ قیامت تک انجام دیتے رہیں گے اور ارشاد نبوی **ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين** کا حضرت شیخ علیہ الرحمہ کی طرح مصداق بنتے رہیں گے۔ **لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً**۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ارشاد نبوی **اذكروا محاسن موتاكم** پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ان کی پاکیزہ حیات اور زندگی کے تابندہ نقوش محفوظ کرنے کے لئے مختلف الجہات کوششیں اور مساعی الحمد للہ جاری وساری ہیں جن میں مظاہر علوم وقف کا خصوصی شمارہ ''شیخ الحدیث نمبر'' ایک وقیع دستاویز ہوگا جو بہت جلد

منظر عام پر آرہا ہے۔

پیش نظر کتابچہ ''تذکرۃ الشیخ محمد یونسؒ یادیں اور کچھ ہدایتیں'' ان کے تلمیذ رشید جناب مولانا محمد کوثر علی سبحانی کی کاوش وقربانی ہے جو ان پر انعام باری اور فضل ربانی ہے، یہ مجموعہ ان شاء اللہ حضرتؒ کی حیات کے مختلف گوشوں پر حاوی فیوض یزدانی ہے، اس کتاب کو مفتی صاحب میرے مشورہ سے مرتب کر کے فوری طور سے طباعت کرا رہے ہیں اور مفصل سوانح عمری ان کی زیر تالیف ہے۔

امید ہے کہ حضرت کے معتقدین ومتوسلین اور تلامذہ کے لئے ایک بہترین تحفہ اور قیمتی سوغات ثابت ہوگا، میں موصوف کو اس کاوش ومحنت پر بصمیم قلب مبارک باد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مؤلف ومؤلَّف دونوں کو شرف قبول سے نوازے اور مزید خدمات وخیرات کی توفیق ارزانی فرمائے۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز۔**

آمین امین لا أرضی بواحدة
حتی أضیف الیه ألف آمینا

العبد

(مولانا محمد سعیدی)
ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور
۲۳؍ ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ

باسمہ تعالیٰ

کلماتِ تحسین

مکارم الاخلاق حضرت اقدس جناب مولانا عبدالرشید صاحب متالا مدظلہٗ

مہتمم واستاذ حدیث جامعہ معہد الرشید چپاٹا (زامبیا)

الحمد لله اولاً حمداً کثیراً متولیاً و ان کان یتصاء ل دون حق جلاله حمدالحامدین و اصلی و اسلم علیٰ رسله ثانیاً صلوةً نستعرق مع سید البشر سائر المرسلین ! امابعدقال اللّٰه عز و جل "کل من علیها فان و یبقیٰ و جه ربك ذوالجلال والاکرام " (الآیة)

واضح ہو کہ "صاحب کلماتِ تحسین" قطب الاقطاب بڑے حضرت شیخ کاندھلویؒ کے خادم وکاتب خاص، محبوب ومنظورِ نظر بلکہ معشوق، خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ کے صاحبزادے اور جانشیں ہیں، جس طرح انکے والد بزرگوار کو بڑے حضرت شیخؒ محبت وعشق کے درجے میں چاہتے تھے اسی طرح ہمارے شیخ جونپوریؒ بھی انکے لائق فرزند مولانا عبدالرشید صاحب سے محبت کرتے تھے میں (سبحانی) نے حضرت شیخ جونپوریؒ کو اس قدر محبت کسی سے کرتے نہیں دیکھا جب تشریف لاتے تو اپنے ساتھ کھانا، ناشتہ وغیرہ سب کھلاتے اور ہر چیز کی فکر بڑی اہمیت کیساتھ فرماتے جس سے حضرت کے ہم تمام متعلقین ومتوسلین کو بڑا رشک ہوتا تھا اللہ آخرت میں بھی یہی تعلق ومحبت قائم فرمائے۔ آمین فقط محمد کوثر علی سبحانی

اس فانی کائنات کا کیا کہنا، فنا اس کی تقدیر ہے اور فراق اسکی قسمت، لیکن بعض لوگوں کی موت سے ان کی ہر چیز مر مٹ جاتی ہے بالکل نیست ونابود ہو جاتی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد ان کا نام تک بھی کھو دیا جاتا ہے اور لوگ ان سے نا آشنا ہو جاتے ہیں اور بعض متبرک ہستیوں پر بھی ملک الموت کا تسلط ہوتا ہے اور انہیں موت کی کڑواہٹ کا تحمل کرنا پڑتا ہے لیکن اس طرح کہ جسم خاکی پردۂ خاک کی نذر اور زیرِ

زمیں مدفون ہوجاتا ہے باقی ان کی ساری چیزیں زندہ و جاوید اور مسکراتی نظر آتی ہیں بلکہ ان کی بعض صفات جو زندگی میں مخفی رہتی ہیں وہ بھی نمودار اور ابھر پڑتی ہیں اور جو ناواقف ہوتا ہے وہ بھی واقف کار ہوجاتا ہے ہمارے مرشد و مربی، مشفق و محسن شیخ العرب والعجم نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ درپیش ہوا کہ ارتحال الیٰ دارالابد کی خبر پوری دنیا میں بجلی کی چمک بن کر اس طرح پھیل گئی اور لوگوں کے کانوں کو اس طرح دستک دی کہ جو حضرتؒ سے نا آشنا تھا وہ آشنا ہوگیا اور بہ غرض زیارت حضرتؒ سہارنپور کا رخ کرلیا اور مظاہر کے گردو پیش ہی نہیں بلکہ سہارنپور کے اطراف وجوانب میں دیوانوں کا اس قدر جم غفیر تھا کہ تا حد نگاہ محبین، مجنونہ کیفیت میں ٹوٹ پڑے بتانے والوں نے بتایا کہ سرزمینِ سہارنپور نے کبھی کسی کی وفات پر اسقدر مخلصین و علماء اور عوام الناس کا مجمع نہیں دیکھا تھا۔

بندہ حضرت اقدس چچاجان (حضرت مولانا یوسف صاحب مدظلہ) کے مشورے سے انیسویں تاریخ رمضان کو اپنے مرشد و مربی حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوگیا، ہمارے مشفق حضرت شیخؒ میری حاضری پر اتنا خوش ہوتے کہ اس کو الفاظ میں ڈھال نہیں سکتا اور میرے خورد و نوش اور رہن سہن پر اسقدر توجہ مبذول فرماتے اور اتنی اہمیت کے ساتھ فکر کرتے کہ بندہ ندامت سے چور چور ہوجاتا یا اللہ میں تو اپنی اصلاحِ نفس کے لئے حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا کہ اس ناچیز کو مار پڑے مگر یہاں تو معاملہ ہی برعکس نظر آتا ہے ایک مرتبہ اس رمضان المبارک میں ہمارے حضرت شیخؒ کے خادم یعنی ہاشم بھائی وضو کرا رہے تھے میں بھی اس میں شریک ہوگیا تو حضرت نے اپنے انداز میں فرمایا یہ کون ہے ہاشم بھائی نے میرا نام بتادیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ ہاں انکو شامل کرلیا کرو اسکے بعد سے ہر مرتبہ وضو اور جمعہ کے غسل کرانے اور استنجاء وغیرہ خدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔

اسی طرح ۲۰۰۹ء میں بندہ نے حضرت شیخؒ کو اپنے جامعہ میں ختم بخاری شریف کی دعوت پیش کی تو ضعف و نقاہت اور مختلف الامراض سے مرکب ہونے کے باوجود قطب الاقطاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی نسبت کا لحاظ فرماتے ہوئے حضرت اقدس ابا جان نور اللہ مرقدہٗ کی محبت میں حضرت شیخؒ تیار ہوگئے بلکہ بار بار اپنے متعلقین میں اس کا تذکرہ فرماتے کہ مجھے زامبیا (حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ) کے مدرسے میں ضرور حاضر ہونا ہے یہاں تک کہ جب مدینہ منورہ پہونچے تو وہاں بھی حضرت مولانا تقی الدین صاحب ندوی مدظلہٗ اور حضرت مولانا اسماعیل بداتؒ کے سامنے اسکا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے عبدالرشید کی محبت میں زامبیا کے مدرسے میں ضرور حاضری دینی ہے اور الحمدللہ حضرت تشریف بھی لائے اور ختم بخاری کے جلسہ میں دورانِ درس بھی فرمایا کہ میں بڑا افریقہ (ساؤتھ افریقہ) جانے والا تھا پھر اس بچے (عبدالرشید) کا فون آیا اور پتہ نہیں کس کس سے جھگڑا کیا اس کی محبت کی وجہ سے یہاں آیا ہوں دراصل اس میں میرا کچھ نہیں بلکہ ہمارے بڑے حضرت شیخؒ اور حضرت ابا جانؒ کی نسبت کی وجہ سے یہاں تشریف لائے اور ہمیں حضرت کے الطاف وعنایات حاصل ہوئیں ورنہ

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

خیر اخیر عشرہ حضرتؒ کے ساتھ گذار کر عید بھی حضرت شیخؒ کے ساتھ ہی منائی اور عید کے فوراً بعد دہلی آیا پھر وہاں سے ممبئی پہنچا اور بغرضِ علاج ۱۶ شوال تک یہیں مقیم رہا، اسی رات بندہ کا زامبیا واپسی کا ٹکٹ تھا اسی تیاری میں مشغول تھا کہ ہمارے میزبان عرفان بھائی قاضی ممبئی کے ذریعہ یہ ناگہاں اور مایوس کن خبر آ گئی یہ خبر دل و دماغ پر بجلی بن کر گری اور اپنے آپ کو سنبھال نہیں پایا حواس باختہ رہ گیا بہ مشکل انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور بذریعہ ہوائی جہاز ممبئی سے دہلی اور دہلی سے بذریعہ کار سہارنپور پہونچ

گئے اور الحمد للہ! شرکتِ تدفین کی سعادت بھی حاصل ہوگئی تقریباً چھ روز سہارنپور میں گزارے ہر روز ملک و بیرون سے لوگوں کی آمد رفت جاری رہی لوگ تعزیت پیش کرتے رہے اور مرقد مبارک پر حاضر ہوکر ایصال ثواب کر کے غم زدہ لوٹتے رہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

بہر کیف لکھنے کو تو بہت ساری باتیں ہیں لیکن حضرت مفتی صاحب کتاب کی طباعت و اشاعت کے لئے بیتاب ہیں اس لئے یہ مختصر حالات و تأثرات جلد بازی میں لکھ دئے گئے ہیں حضرت مفتی صاحب اور قارئین سے وعدہ ہے کہ ان شاء اللہ مستقل سوانح میں (جس کا ارادہ مفتی صاحب نے کر لیا ہے) ضرور تفصیلی طور سے حضرتؒ کی اس ناکارہ پر عنایات و الطاف کی جھلکیاں اور حضرت ابا جانؒ سے آپ کے عشق و محبت کے واقعات اور دونوں بزرگوں کے مابین مخلصانہ تعلقات کو قید تحریر لا کر شامل کتاب کرونگا۔

ہم اور ہمارے جامعہ کے تمام اراکین و طلباء حضرت مفتی سبحانی صاحب مدظلہ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے اتنے قلیل وقت میں ہمارے حضرت شیخؒ کی ولادت سے لیکر وفات تک کے خاص اور اہم واقعات مثلاً خصائل و عادات، محاسن و کمالات، علمی رفعتیں، درس حدیث کی شان اور اس کی صفات وغیرہ کو بہت ہی جامع اور بلیغ انداز میں جمع فرمایا ہے اور یہ ساری چیزیں تملق و مبالغہ پر مبنی نہیں عین حقیقت ہیں، بلکہ بندہ کی ناقص رائے میں مفتی صاحب نے جن صفات و خصوصیات کا تذکرہ کیا ہے وہ سب کم ہیں ہمارے حضرت شیخؒ تو اس سے بھی عالی مقام، بالاتر اور بلندتر تھے اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے دوسرا باب ''حضرت شیخ کی یادیں اور کچھ ہدایتیں'' کا عنوان قائم کر کے بڑا اہم قیمتی، تربیتی نسخہ تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرید کو اپنے

شیخ اور مرشد کے ساتھ کس طرح مصاحبت و ملازمت کرنی چاہئے بہر حال مفتی صاحب ہمارے حضرت شیخؒ سے پچیس سال سے منازل سلوک طے کرتے آرہے ہیں ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخؒ نے بڑی فکر اور اہمیت کیساتھ تلخ انداز اختیار فرما کر ان کی اصلاح فرمائی ہے اسی طرح شفقت و محبت اور توجہات کے ذریعے روحانی مقوی غذائیں بھی فراہم کی ہیں اور تربیت فرما کر ان کو خلافت و اجازت سے بھی سرفراز فرمایا ہے اسکا علم سب سے پہلے بندہ ہی کو ہوا تھا اللہ مبارک کرے، ان کے اور دیگر متوسلین کے ذریعے حضرت شیخؒ کا فیضان جاری و ساری فرمائے۔ آمین

بس اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ مفید اور فیض رساں ثابت کرے اور ہم لوگوں کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور ہمارے حضرت شیخؒ کو کروٹ کروٹ سکون مرحمت فرمائے۔ آمین

بندۂ ناکارہ عبدالرشید متالا

خادم معہد الرشید زامبیا

عرضِ حال

الحمدلله نحمدهٗ ونستعينه و نستغفرهٗ و نومن بهٖ و نتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيآت اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هاديه له و نشهد الا اله الا الله وحده لا شريك له و شهد ان سيدنا و مولانا و شفيعنا محمداً عبدهٗ و رسوله! امابعد

بندہ حقیر سراپا تقصیر جو کل بھی طفلِ مکتب تھا آج بھی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ کل طلباء کی صف میں بیٹھ کر جامع الفضائل و الفواضل العلمیہ شخصیات اور روح پرور اساتذہ کے علمی فیضان سے مستفید ہو رہا تھا اور آج اس عظیم مسند پر بیٹھ کر یہ خاکسار انہیں اسباق کا گویا تکرار کر رہا ہے اس سراپا جاہل کے اندر کل بھی کچھ نہیں تھا آج بھی نہیں ہے فرق صرف اتنا ہے کہ کل سب لوگ یہ بات جانتے تھے آج صرف بندہ جانتا ہے اور ہمارا خدا جانتا ہے جس ذاتِ عالی کا اس چھوٹی سی کتاب میں تذکرہ کیا گیا ہے وہ صورت کے اعتبار سے اتنا جمیل اور سیرت کے اعتبار سے اسقدر حسین کہ عمر بھر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے بھی سیرابی حاصل نہیں ہوسکتی اسکے محاسن کو مجھ جیسا ظلوم وجہول، تہی دست و پا بیان کرے یہ کسقدر مشکل کام ہے

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ اور بیتاب دل ایک

مظاہر علوم میں تقریباً نصف صدی سے زائد ایک طویل عرصہ میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے والے بڑے سے بڑے محدثین ومفسرین، فقہاء اور ہر

فن کے ماہر علماء وصلحا کا ایک جم غفیر اس وقت بھی دنیا میں موجود ہے خصوصاً ہندوستان کا شاید ہی کوئی ایسا گاؤں ہوگا جہاں بلاواسطہ ہمارے حضرت کے فیض یافتگان نہ ہوں مکاتب کے معلمین سے لیکر جامعات کے شیوخ الحدیث تک ایک لمبا سلسلہ الحمدللہ آپ کے جاں نثار شاگردوں کا ہے ان سبھوں کو حق ہے کہ وہ لکھیں بلکہ قوی امید کی جارہی ہے کہ آپ حضرتؒ کی ولادت وطفولیت سے لیکر وصال ووفات تک زندگی کے ہر ہر گوشہ کو پوری تفتیش اور معتبر ذرائع سے تلاش کر کے پوری دیانت و امانت داری کے ساتھ محقق انداز میں مستند حالات قلمبند کرتے ہوئے مفصل سوانح پیش کریں گے ان شہ سواروں کے پیچھے یہ نووارد میدان بھی اس کا ارادہ کرتا ہے، شاید کہ ناخن کٹا کر شہیدوں میں نام آجائے۔

فی الفور اس ناکارہ کا ارادہ کوئی تذکرہ لکھنے کا نہیں تھا آئینہ مظاہر علوم کے منتظمین نے ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ پر ایک نمبر (خصوصی اشاعت) نکالنے کا ارادہ کیا ہے اس کے لئے اس بندہ نے بطور خراجِ عقیدت کے حضرت شیخ ؒ کے علمی و درسی خصوصیات و صفات پر مشتمل چند مضامین پیش کئے جو کتابت ہوکر ہمارے محسن حضرت اقدس ناظم صاحب کے سامنے پیش ہوا تو حضرت مدظلہ العالی (جنکی ذرہ نوازی بندہ کو ہر دم حاصل ہے اس قلیل البضاعت اور ضیق الاستطاعت کی پیٹھ پر اپنا دستِ کرم رکھ کر رفتہ رفتہ آگے بڑھاتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ آپکا سایہ تادیر امتِ مسلمہ پر بایں ہمہ فیوض وبرکات قائم ودائم رکھے آمین) نے ہمت افزا جملہ فرمایا کہ الحمدللہ مضامین آپکے اچھے ہیں نمبر میں شامل کرنے سے دب جائیں گے اسکو مستقل کتابچے میں شائع کرو اور مزید فرمایا کہ ابھی تازہ تازہ ہے جو کچھ ہے شائع کردو بعد میں لکھتے رہنا اور غالباً اشارہ تھا کہ عید الاضحیٰ کی تعطیل سے پہلے آجانا

چاہئے۔

بہر حال اس سے حوصلہ ملا مگر حضرتؒ کی وفات سے شکستہ دل اور کم مائیگی کی وجہ سے جب لکھنے کی ہمت کرتا تو یہ سوچ کر بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی کہ ہمارے حضرت شیخؒ کے شاگردوں، مریدوں اور متعلقوں کے سیلاب میں جب یہ کتاب جائیگی (جس میں جا بجا سہو ونسیان کا گمان ہے) تو کون کیا سمجھے گا حضرتؒ کو کیا منہ دکھاؤں گا، اللہ کے حضور کیسے کھڑا ہونگا کیونکہ اس کے لئے نہ کوئی اس سے پہلے تحریر کی ہوئی سوانح ہے نہ کوئی نظیر صرف اپنی یادداشت پر اعتماد اسلئے کوشش کے باوجود قلم رک جاتا تھا۔

حسرت پہ اس مسافر بے کس پہ روئیے
جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

آخر اسی کشمکش کی حالت میں حضرت شیخؒ کو خواب میں دیکھا کہ بہت ہی اچھا کمرہ ہے چار پائی پر عمدہ بستر ہے اس پر آرام فرما رہے ہیں اوپر سے بہت خوبصورت کمبل اوڑھے ہوئے ہیں اور سر کے نیچے سفید تکیہ ہے چہرے پر تازگی ہے بندہ جب نیند سے بیدار ہوا تو شرح صدر ہو گیا اور لکھنا شروع کیا تو لکھتا ہی چلا گیا اور بہت کم وقت میں جو مضامین ذہن میں آتے گئے مرتب کر دئے اور اس میں حتی المقدور پوری کوشش کی ہے کہ بات صحیح اور واقع کے مطابق ہو جس چیز میں شک ہوا اس کو چھوڑ دیا پھر بھی بھول چوک کا احتمال ہے حضراتِ قارئین سے مؤدبانہ التماس ہے کہ اسقام و تسامحات پر درگذر کا معاملہ فرما کر آگاہ فرمادیں تو بیحد مشکور ہونگا البتہ اردو ادب اور تعبیرات ومحاورات کے سلسلے میں مجھ جیسے نااہل سے خطا و غلطی کا احتمال ہی نہیں بلکہ اس کے وقوع کا اعتراف ہے۔ شعر

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا
غواص کو مطلب ہے گہر سے، نہ صدف سے

اخیر میں ہم اپنے رحیم وکریم اور شکور آقا ومولیٰ، خالق ومالک رب العالمین کے سامنے سجدۂ شکر کے بعد معافی کے طلبگار ہیں بعدۂ ہم اپنے مشفق ومربی بقیۃ السلف، نمونۂ اسلاف اور قطب الاقطاب حضرت شیخ کاندھلویؒ کے جانشین حضرت اقدس مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم کے شکر گذار ہیں جنہوں نے اپنے قیمتی تأثرات سے اس حقیر سی تالیف کو جلا بخشی اللہ آپ کا سایہ امتِ مسلمہ پر قائم ودائم رکھے اور اسکے بعد ہم اپنے محسن وکرم فرما حضرت اقدس ناظم صاحب دامت برکاتہم کے شکر گذار ہیں جنہوں نے تقریباً پوری کتاب پر نظر ثانی فرمائی اور قدم قدم پر رہنمائی فرما کر نیک مشورہ سے نوازا اللہ آپکی ہمہ جہتی شخصیت کا سایہ امتِ مسلمہ پر قائم ودائم فرمائے بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ہم شکریہ ادا نہ کریں اپنے خیر اندیش خلیق وحلیم حضرت مولانا عبد الرشید صاحب متالا دامت برکاتہم کا کہ انہوں نے بڑی اہمیت کے ساتھ اس کام کا مشورہ دیا اور فرمایا ''اللہ کی رضا کے لئے کر گذرئے'' اور اپنے قیمتی تأثرات سے بھی کتاب کی رونق کو دوبالا فرمایا جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

نیز ہم بیحد شکر گذار ہیں اپنے عزیز القدر محمد عرفان گریڈیہوی متعلم دورۂ حدیث شریف کے کہ اس کتاب کی کمپوزنگ اور پروف کر کے طباعت کے مراحل سے گذار کر منظر عام پر لانے تک خوب محنتیں کیں اللہ موصوف کو اسکا بہترین بدلہ عطا کرے اور علم وعمل میں برکت اور اخلاص کی دولت عطا فرما کر دین کی خدمت کے مواقع اور سہولت عطا فرمائے۔

نیز دیگر شرکائے دورۂ حدیث ۱۴۳۸ھ خصوصاً ضیاء الرحمٰن سہارنپوری، محمد علقمہ

مدھوبنی، نصیراحمد منی پوری، محمد جعفرعلی دربھنگوی، محمد عثمان ارقمی سہارنپوری اور محمد نعمان احمد آبادی وغیرہ کے لئے بھی دعا گو ہوں کہ انہوں نے بھی سعادت سمجھ کر کتابت اور پروف میں حصہ لیا اور کام کو آسان بنایا (زادہم اللہ علماً وتوفیقاً)

اللہ تعالیٰ ہمارے حضرتؒ کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے اور ہم لوگوں کو بھی بروز قیامت حضرت کا قرب عطا فرمائے آمین

.... وماتوفیقی الا باللہ

محمد کوثر علی سبحانی
خادم الحدیث الشریف
مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور
۲۰/ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ

نام ونسب

نام محمد یونس، والد محترم کا نام شبیر احمد، لقب شیخ الحدیث، محدث کبیر [۱] محدث العصر اور امیر المؤمنین فی الحدیث فی زمانہ [۲]

ولادت باسعادت

تاریخ، پیدائش صبح سات بجے، بروز شنبہ ۲۵/ رجب ۱۳۵۵ھ، بمطابق ۲/ اکتوبر ۱۹۳۷ء۔

تعلیم

والدہ مرحومہ کا انتقال آپ کے بچپن ہی میں ہو چکا تھا، یعنی جب آپ ۵/ سال

---

[۱] حضرت مولانا عبدالرشید صاحب متالا نے فرمایا کہ والد محترم حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ نے قطب الاقطاب حضرت شیخ کاندھلویؒ کی وفات کے چند سال کے بعد شروع ہی میں حضرت شیخ کو محدث العصر ومحدث اعظم کے لقب سے ملقب فرمایا تھا جبکہ اسوقت لوگ آپ کو صرف مولانا یونس صاحب سے جانتے تھے حضرت مولانا عبدالرحیم متالاؒ علمی حضرات کے بڑے قدرداں تھے ہر ایک اکابر کو اچھے ناموں کے ساتھ یاد فرماتے تھے۔

[۲] دارالعلوم دیوبند میں درس کے دوران دورۂ حدیث کے طلباء نے وہاں کے شیخ الحدیث ہمارے روح رواں حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب دامت برکاتہم سے سوال کیا کہ امیر المؤمنین فی الحدیث کی اصطلاح تو اب ختم ہوگئی ہے لیکن اگر کہا جائے تو اس کے مصداق اس زمانہ میں کون ہوں گے تو حضرت پالنپوری نے ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ ہی کو اس کا مصداق قرار دیا۔

دس ماہ کے تھے اسلئے اپنی نانی کے پاس ہی رہتے تھے اور اپنے ماموں کے ساتھ ایک مکتب میں جایا کرتے تھے مگر بعد میں ماموں نے مکتب میں جانا بند کر دیا تو حضرت کا جانا بھی بند ہو گیا پھر آپ کے گاؤں میں ایک پرائمری اسکول قائم ہوا تو اس میں درجہ دوم تک عصری تعلیم پا کر درجہ سوم کیلئے مانی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا سوم پاس کرنے کے بعد والد صاحب نے اسکولی تعلیم بند کروادی کیونکہ والد مرحوم نے فرمایا انگریزی کا دور نہیں اور ہندی میں پڑھانا نہیں چاہتا۔

[redacted] حضرت الاستاذ حضرت شیخ جونپوریؒ نے خود تحریر فرمایا کہ میں اپنے طور پر ہندی کی پہلی پڑھ رہا تھا اس میں لکھا تھا کہ طوطا رام رام کرتا ہے، والد صاحب نے جب مجھ کو پڑھتے سنا تو فرمایا کتاب رکھ دو بہت پڑھ لیا، اسکے بعد تقریباً دو سال تعلیمی چھٹی رہی پھر شروع سے قرآن کریم ناظرہ تک اپنے والد صاحب کے پاس مکمل تعلیم پا کر ۱۳ ر تیرہ سال کی عمر میں اپنے گاؤں کے مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے چلے گئے اور کتب فارسی سے لیکر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لیکر مختصر المعانی، مقاماتِ حریری، شرح وقایہ اور نور الانوار تک وہیں پڑھیں۔

اکثر کتابیں حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ سے اور شرح جامی تک بحث اسم حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ سے پڑھیں۔

پھر ماہ شوال ۱۳۷۸ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیکر اپنی تعلیم کا آغاز جلالین شریف، ہدایہ اولین، میبذی سے فرمایا اور اگلے سال ۱۳۷۹ھ میں بیضاوی شریف، مشکوٰۃ شریف، سلم العلوم اور ہدایہ ثالث پڑھنے کے ساتھ تجوید کی کتابیں بھی پڑھ کر ترتیل کی مشق کی۔

پھر تیسرے سال ۱۳۸۰ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل فرمائی آپ کے دورۂ حدیث کے اساتذہ مع تعیین کتب حدیث کے یہ ہیں، بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحبؒ سے، ابوداؤد شریف حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم سے اور ترمذی شریف، نسائی شریف حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ سے نیز ابن ماجہ شریف، شمائل ترمذی، مؤطا امام مالک اور طحاوی شریف کتاب النکاح مکمل بھی حضرت ناظم صاحبؒ سے ہی پڑھی اور مؤطا امام محمد مکمل بھی حضرت مولانا منظور احمد صاحب سہارنپوریؒ سے ہی پڑھی اور اعلیٰ وامتیازی نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

دورۂ حدیث شریف کے شرکاء

آپ کے دورۂ حدیث شریف کے شرکاء میں مندرجہ ذیل حضرات خاص طور سے قابل ذکر ہیں: حضرت الاستاذ سید مولانا محمد عاقل صاحب صدر المدرسین مظاہر علوم سہارنپور، مولانا شجاع الدین ابن سید شاہ غلام دستگیر قادری حیدرآبادی استاذ مدرسہ مصباح العلوم لاتور ضلع عثمان آباد مہاراشٹر اور مولانا اجتباء الحسن صاحب۔

فنون میں داخلہ

دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد ۱۳۸۱ھ میں حضرتؒ نے مزید ایک سال مدرسہ مظاہر علوم میں فنون کی یہ کتابیں پڑھیں ہدایہ رابع، صدرا، شمس بازغہ، خلاصۃ الحساب، درمختار۔

مدرسہ مظاہر علوم کی مسند تدریس پر

پھر اسی سال کے اخیر میں ۱۳۸۱ھ شوال میں معین المدرسین کے عہدہ پر تقرری ہوئی اور ماہ شوال ۱۳۸۲ھ میں مستقل استاذ مقرر ہوئے اور یہ کتابیں آپ کے حوالہ کی گئیں: شرح وقایہ، میر قطبی، سلم العلوم، پھر ۱۳۸۴ھ میں ہدایہ اولین، قطبی، مقامات، مختصر المعانی اور اصول الشاشی وغیرہ کتب پڑھائیں، پھر اسی سال ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ میں حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلویؒ کا انتقال ہوگیا تو فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑویؒ کے پاس ان کی ترمذی شریف آگئی اور حضرت مفتی صاحب کی مشکوٰۃ شریف حضرت الاستاذ حضرت شیخ جونپوریؒ کے پاس باب الکبائر سے منتقل کرکے باضابطہ آپ کو استاذ حدیث بنادیا گیا پھر ۱۳۸۶ھ میں استاذ دورۂ حدیث بنکر ابوداؤد شریف ونسائی شریف کا درس دیا اور اگلے سال ۱۳۸۷ھ میں مسلم شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف اور مؤطین شریفین کا مایۂ ناز درس دیا۔

شیخ الحدیث کے منصب پر

۱۳۸۸ھ میں جب حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہ کے لئے آنکھوں کی معذوری اور نزول آب کی وجہ سے درس وتدریس کا باقی رکھنا مشکل ہوگیا تو آپ نے اپنی زیر درس کتاب بخاری شریف ساتھ ہی ساتھ مسلم شریف اور ہدایہ ثالث حضرت شیخ جونپوریؒ کے سپرد کردیں اور ۱۳۹۰ھ میں آپ کو باضابطہ اس منصب جلیلہ پر فائز فرماکر شیخ الحدیث منتخب کیا گیا۔

حضرت شیخ جونپوریؒ کو جس وقت بخاری شریف سپرد کی گئی تھی اس وقت آپ

نوجوان تھے صرف تینتیس (۳۳) سال کی عمر تھی، اس لئے طلباء بخاری شریف پڑھنے پر رضامند نہیں تھے آپ کی مایۂ ناز کتاب الیواقیت الغالیہ کے مرتب حضرت مولانا محمد ایوب صاحب سورتی تحریر فرماتے ہیں کہ احقر ان دنوں مظاہر علوم میں متوسطات کا طالبعلم تھا اور اس وقت کا شاہد عینی ہے کہ جب بخاری شریف کے منتقل ہونے کا اعلان کیا گیا تو مظاہر علوم کے دورہ کے طلبہ کی ظاہری نگاہوں میں عجیب کرب واضطراب کی لہریں دوڑ رہی تھیں، گو حضرت الاستاذ کتنے ہی قابل ولائق ہوں مگر شیخ کی عمر اور بزرگی اور نسبت مشائخ اور کثرت تصنیف وتالیف کی وجہ سے جو مقام تھا ان کی عظیم مسند کو پُر کرنا مشکل ہی معلوم ہو رہا تھا، بالخصوص اس سال دورہ میں بعض وہ طلبہ بھی تھے جو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خدام ومخصوصین میں تھے اور انہیں اس کا بڑا قلق تھا کہ ہمیں حضرت شیخ ؒ سے پڑھنا نصیب نہیں ہو رہا ہے اور وہ اپنے قلق کا اظہار مختلف طریقوں سے کر رہے تھے، غالباً انتظامیہ تک بھی یہ اضطراب پہنچ گیا۔ اس صورت حال سے نمٹنے کیلئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اعلان لگوایا جو خود میں نے دار الطلبہ قدیم کے لوحِ اعلانات پر پڑھا جس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ:

”میں نے اپنے ضعف اور اعذار کی بنا پر بخاری شریف پڑھانا موقوف کیا ہے اور مولانا یونس صاحب کو منتقل کیا ہے، جسے پڑھنا منظور ہو وہ پڑھے ورنہ کسی اور مدرسہ میں داخلہ لے لے۔“

اس اعلان کے بعد فضا میں کچھ سکون پیدا ہوا اور تعلیم جاری ہو گئی خوب یاد ہے کہ جیسے ہی حضرت الاستاذ نے بخاری شریف شروع کی اور وہ شور وانتشار موقوف ہوا اور پھر پورے اطمینان اور آب وتاب کے ساتھ درس جاری ہو گیا۔

اس وقت سے اب تک یعنی نصف صدی تک ایشیاء کی اس عظیم درسگاہ کی مسند

حدیث پر جلوہ افروز ہو کر ہزاروں تشنگان علم و معرفت کی پیاس بجھائی۔

بیعت وسلوک

بیعت کے سلسلہ میں اولاً حضرت الاستاذ کا رجحان تھا مگر بعد میں طبیعت بدل گئی حضرت خود تحریر فرماتے ہیں۔

''ابتداءً بالکل بچپن میں تو طبیعت کا رجحان تھا لیکن بعد میں بعض وجوہات سے یہ خیال نکل گیا اور یہ ہی نہیں بلکہ کچھ اس کی اہمیت ہی نہیں رہی حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب مرحوم نے بعض خطوط میں ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور لکھا تزکیہ ضروری ہے۔

لیکن اس وقت کتابوں کی طرف غیر معمولی رجحان تھا ادھر بالکل التفات ہی نہیں ہوا بلکہ ایک مرتبہ جب حضرت نور اللہ مرقدہٗ اپنے دار التصنیف میں تشریف فرما تھے اور میں حسب معمول حاضر ہوا تو تھوڑی دیر کے بعد سوال کیا، کیا بیعت ہونا ضروری ہے؟ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا بالکل نہیں۔

پھر ایک زمانہ گذر گیا بہت سے لوگ بیعت کی طرف توجہ دلاتے رہے جیسے مولانا منور حسین صاحب پورنوی، مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی اور بعض اصرار کرتے تھے جیسے صوفی انعام اللہ صاحب مگر کچھ التفات ہی نہیں تھا اچانک رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ کے عشرۂ اخیرہ میں خیال پیدا ہوا اور بہت زور سے حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے عرض کیا حضرت نے فرمایا بیعت میں انقیاد اور عدم تنقید ضروری ہے استخارہ کر لے میں نے عرض کیا حضرت میں نے دعا کی ہے اس زمانہ میں اپنی دعاء پر بڑا اعتماد تھا مگر حضرت نے فرمایا کہ استخارہ کم از کم تین مرتبہ ہے اور رات گذارنا اور سونا ضروری نہیں ہے۔

منامی بشارت

تیسرے استخارہ میں خواب دیکھا مولانا اکرام صاحب فرما رہے ہیں کہ مدرسہ

قدیم آجاؤ آباد ہوجاؤ گے، ہمارا قیام اس زمانہ میں دارالطلبہ قدیم میں ہوچکا تھا حضرت نے سنکر فرمایا یا یہ خواب امید افزاء ہے۔

خصوصی بیعت

رمضان ۱۹/۲۱/ یا ۳۰/۱۳۸۲ھ کو ظہر کے بعد اپنے خلوت خانہ میں طلب فرما کر بیعت فرمایا۔ (ماخوذ الیواقیت الغالیہ ص:۳۳-۳۴، ج:۱)

چنانچہ بڑے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے تدریجاً تربیت ہوتی رہی اور حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب (سابق ناظم اعلی مدرسہ مظاہر علوم) نور اللہ مرقدہٗ کی بھی آپ کی طرف توجہ کامل تھی دونوں بزرگوں کے زیر سایہ منازل سلوک کو طے کرتے کرتے اس لائق ہوگئے کہ آپ کو اجازت وخلافت عنایت کی جائے چنانچہ بروز پنجشنبہ ۵/محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب سابق ناظم اعلی مظاہر علوم نے خلافت سے سرفراز فرمایا اور ۱۱/ گیارہ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۴/نومبر ۱۹۷۶ھ بروز جمعرات میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت مرحمت فرمائی۔

صفات خِلقیہ یعنی خصائل شیخ جونپوری رحمۃ اللہ علیہ:

قدر اعتدال کے ساتھ لمبائی مائل متوسط قد، بلکہ کمالات کی وجہ سے بلند قامت، معتدل جسم (یعنی آپ کا پیٹ اور سینہ برابر تھا پیٹ نکلا ہوا نہیں تھا) چوڑا سینہ، سرخی وسفیدی ملا ہوا گورا رنگ، کشادہ پیشانی، قدر اعتدال کے ساتھ بڑی بڑی آنکھیں، سیاہ پتلی، سفید اور خمار آلودہ آنکھیں (جو اکثر بند یا نیچے رہتی تھیں اگر پوری آنکھ کھول کر کسی کو اچانک دیکھیں تو مارے رعب کے دل دہل جائے) خمار گنجان لمبے اور آپس میں

جدا جدا آبرو، گول اور بلندی مائل ناک، رخسار ہموار، بھرپور گنجان اور لمبی داڑھی، دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ، اوپر کا ہونٹ پتلا اور نیچے کا ہلکا پر گوشت اور سرخ، جوانی میں گھنی مونچھ کو قص اور بڑھاپے میں جز یعنی باریک کرتے تھے، ملے ہوئے آبدار اور چمک دار دانت، اعتدال کیساتھ بڑا سر، حج کے زمانہ میں حلق اور باقی پورے سال لمبی اور اخیر میں بل کھاتی ہوئی زلفیں جس میں کبھی مانگ نکالا کرتے تھے، گردن پُر گوشت اور خوبصورت، دونوں مونڈھوں کے درمیان فاصلہ، بدن گٹھا ہوا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں، کلائیاں دراز اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پرگوشت، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی، تلوے پرگوشت اور قدم ہموار، رانیں اور پنڈلیاں لمبی، کشادہ قدم تیز رفتار، چلنے میں جھک کر چلتے تھے اور نگاہیں نیچی رہتی تھیں، صحت کی حالت میں حضرت اقدس پیر مولانا طلحہ صاحب کے یہاں جاتے ہوئے اکثر میں دیکھا کرتا تھا کہ حضرت کے احترام میں راہگیر اور دوکاندار وغیرہ اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہو جاتے تھے۔

آپ کی کلائیوں اور پنڈلیوں پر بال جو بہت ہی خوبصورت معلوم ہوتے تھے نیز ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دونوں بازو و کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بھی بال تھے یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالی نے جسمانی اور شکل وشبہات کے اعتبار سے بہت ہی خوبصورت بنایا تھا، بندۂ ناکارہ نے خصائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت شیخ جونپوریؒ کے حلیہ سے موازنہ کیا تو اکثر صفات خِلقیہ میں انطباق پایا۔

مجسم حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بتا دے دل کوئی ایسا حسیں بھی ہے حسینوں میں

☆☆☆

ہمارے حضرت شیخؒ کو چہرے پر پسینہ نہیں آتا تھا

ہمارے حضرت شیخؒ کے خادم خاص جناب مفتی ہاشم صاحب نے بتایا کہ حضرت کو چہرے کے علاوہ بدن پر پسینہ آتا تھا اور کبھی کبھی تو پسینہ میں تر بتر اور شرابور ہو جاتے مگر بدبو کبھی نہیں آتی تھی اور چہرے پر کبھی بھی پسینہ نہیں دیکھا گیا البتہ وفات کے وقت پیشانی پر خوب پسینہ نمایاں طور پر دیکھا گیا۔

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا لباس

ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ اکثر بلکہ میں نے ہمیشہ سفید کپڑے استعمال کرتے دیکھا ہے، آپ کا کرتا، پائجامہ، ٹوپی، بنیان، رومال وغیرہ سب سفید ہی ہوتے تھے، کرتا گھٹنے سے نیچے پنڈلی تک لمبا کلی دار اور کالر کے ساتھ بہترین عمدہ اور نفیس قسم کا ہوتا تھا، بوڑھاپے میں تو سیدھے سادے کپڑے ہی استعمال کرتے تھے مگر صحت اور جوانی میں، میں نے دیکھا کہ بہترین دبیز اور عمدہ کپڑے زیب تن فرماتے تھے ایک مرتبہ سفید کرتا اور پائجامہ سفید سفید چمکدار بوندوں کی وجہ سے بہت ہی خوبصورت نظر آرہے تھے۔

پائجامہ ٹخنے سے اوپر ہوتا تھا، بوڑھاپے اور بیماری کی حالت میں لنگی ہی استعمال کرتے رہے، ٹوپی دوپلّی لمبی اور چوڑی ہوتی تھی جو پورے سر کو ڈھانپ لیتی تھی، بنیان بھی سفید اور بازو والا ہوتا تھا، مگر سونے کے علاوہ صرف بنیان میں آپ کو کبھی نہیں دیکھا گیا، لنگی بھی اکثر سفید اور دبیز قسم کی ہوتی تھی۔

ہمارے حضرت شیخؒ اکثر تو جوتے پہنتے تھے مگر کبھی کبھار چپل بھی پہنتے تھے جو عمدہ قسم کی ہوتی تھیں، چادر گرمی میں تو بھاگلپوری اوڑھتے اور سردی میں اون کی اکثر سفید

گاہے دوسرے رنگ کی بھی ہوتی تھی بلکہ سخت ٹھنڈی میں تو عمدہ قسم کا کمبل ہی اوڑھے رہتے تھے، آپ کو ٹھنڈی زیادہ لگتی تھی اسلئے گرمی میں بھی چادر وغیرہ اوڑھے رہتے تھے سخت ٹھنڈی میں بہترین اون کا بنا ہوا بٹن والا سوئٹر پہنتے تھے اور دارالحدیث میں بھی عمدہ کمبل ہی اوڑھتے تھے، آپ کا بستر بھی نرم اور ملائم روئی اور اون کا بنا ہوا گدّا ہوتا تھا، صحت کی حالت میں اندر والے کمرہ میں پلنگ پر چاندنی چادر پر سوتے تھے مگر بعد میں معذوری کی حالت میں نیچے ہی بستر پر آرام فرماتے تھے، موٹے گدّے پر عمدہ قسم کی چادر بچھی ہوئی ہوتی تھی اور موٹے موٹے گاؤن تکیئے قرینے سے لگے رہتے تھے مگر سوتے وقت نرم روئی کا پتلا ہی تکیہ استعمال کرتے تھے۔

عمامہ

ہمارے حضرت شیخؒ عمامہ یعنی پگڑی اکثر استعمال نہیں کرتے بلکہ بندہ (محمد کوثر علی سبحانی) نے صرف ایک مرتبہ غالباً عید کے دن عید کی نماز سے قبل مسجد میں عمامہ کے ساتھ آپ کو دیکھا تھا اس کے علاوہ کبھی استعمال کرتے نہیں دیکھا نیز ہمارے حضرت شیخؒ فرماتے تھے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمامہ دوام کے طور پر ثابت نہیں ہے۔

البتہ ہمارے حضرت شیخؒ عمامہ باندھنے والے پر نکیر نہیں کرتے تھے ہاں کوئی آپ کا خاص آدمی ہوتا تو ٹوک دیتے تھے۔

قباء: مجھے تھوڑا یاد ہوتا ہے کہ ایک دو مرتبہ آپ کو ٹھنڈی کے زمانہ میں گرم قباء استعمال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

رومال: آپ کا معمول شروع سے تھا کہ آپ چاہے گرمی ہو یا سردی سفید اور نفیس عمدہ رومال اوڑھے رہتے تھے بہت کم آپ کو رومال کے بغیر دیکھا گیا خاص کر

دارالحدیث میں تو رومال اوڑھنے کا التزام رہتا ہی تھا۔

ہمارے حضرت شیخؒ کے محاسن وکمالات

ہمارے کرم فرماں، مرشدنا، مکرمنا، سندنا، آقانا، محبوبنا، سیدنا، مولانا، استاذنا روح رواں، شیریں بیاں، ہمارے ملجا، ہمارے ماویٰ، ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ بڑے وجیہ پرنور چہرہ اور قد آور آپ کی شخصیت بالکل نظروں کے سامنے ہے، بہت ہی نیک معصومانہ شکل وشبہات، پروقار حلیہ، بارعب انداز، باوقار، ذی شان، عالی مقام، بلند مرتبہ والے، بااخلاق، بلند کردار، انتہائی خوددار، کتابی صورت، پاکیزہ سیرت، نحوی، صرفی، ادبی، معانی، بلاغتی اور منطقی علوم میں خصوصی دسترس کے حامل، علم فقہ واصول فقہ کے امام، علم حدیث کے ذوق میں ممتاز، فن حدیث میں روایتی ودرایتی، اسنادی، رجالی تمام طرق اور راستے سے واقف کار، متن حدیث کے ماہر محقق، روایات کے تقدم وتأخر سے بالکل آگاہ، ناسخ ومنسوخ کے پورے جان کار، ادیب کامل، مفسر عظیم، فقیہ زماں، محدث کبیر، محدث جلیل، محدث ذی شان، محدث زماں، علم وفن کے مہر عالمتاب، محقق دوراں مدقق زماں، حاذق علم وفن، فائق بحر وبر، علم حدیث کے بحر بیکراں، علم فقہ کے دریائے جاری، علم تفسیر کے گہرے سمندر، بلاغت ومعانی کے شہ سوار، عربی ادب کے شناور، علم تصوف ومعرفت کے شاہکار، علوم آلیہ اور عالیہ پر یکساں درک رکھنے والے جید عالم، حکیم، عابد، زاہد، مجاہدانہ کردار کے مالک، مسلسل عزم واستقامت سے متصف، حامی سنت، عاشق رسول، زہد وتقویٰ کے منبع، صاحب کشف وکرامت، مستجاب الدعوات، ظاہری تواضع وتصنع سے دور، متواضع ومخلص، ریا ونمود سے پاک، سچا عاشق، اندر سے مضطرب بے چین مگر باہر سے متوازن، اوراد ووظائف کے پابند، شریعت وسنت سے معمور، اور نورانیت سے منور، حق گوئی، حق

جوئی اور بلاخوف لومۃ لائم نہی عن المنکر میں شمشیر ابدار، لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق پر مکمل قائم، خلافت شریعت وسنت میں بالکل مداہن نہیں۔ دیندار مسلمانوں خصوصاً علماء وصلحاء کے لئے حریرودیباج کی طرح نرم، حلیم وبردبار، لیاقتوں وصلاحیتوں کے قدرداں، تعصب وتنگ نظری سے ماورا، ہمہ جہتی فکر ملت کے حامل، مسلک وملت کے نبّاض، تصوف ومعرفت کے رمز شناس، گوشہ نشین، یکسومزاج، خاموش طبیعت، شہرت وناموری سے دور، مال ودولت سے بے نیاز، دنیا کی رنگینیوں سے تنفر، اہل ثروت سے بالکل مستغنی، دنیاوی جھمیلوں سے پاک، عبادت وریاضت کے عادی، ذکرواذکار کے شوقین، خوف وخشیت کے خوگر، رضاورغبت میں محو، انابت وللّٰہیت کے پیکر، صفت احسان سے متصف، زاہد شب زندہ دار، تہجد گزار، جس کی نورانیت کتابی چہرہ پر عیاں، غناء قلب اورزہدوفنائیت کی عظیم صفات سے متصف، مقام مشاہدہ پر فائز، دنیاومافیہا سے بے خبر، فنافی اللہ، عارف باللہ، روایات واقدار کے عاشق، خوردونوش نشست وبرخاست اورسکوت وگفتگومیں اتباع سنت کی جھلک کے ساتھ عالمانہ وقار، اولیاء کے چاروں سلسلے (چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی) کے جامع، سلسلہ تھانوی کے صوفی باکمال، فکر مظہری، ذوق رشیدی، عکس خلیلی، شان اشرفی، فیض کاندھلوی اور فیضان اسعدی کا درشاہوار، متقدمین مشائخ کے نمونہ، اسلاف کے صحیح جانشین، یادگار اکابر، بقیۃ السلف حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کے دیے سے اپنے چراغ کوروشن کرنیوالے، جملہ اوصاف کے لحاظ سے بدیع الزماں، نادرالعصر، حجۃ الاسلام، یکتائے روزگار، بے شماردینی مدارس، اورتعلیمی، تحقیقی، تبلیغی، فلاحی اورسماجی ادارے کے سرپرست اورروح رواں، اپنی ذات میں بالکل منفرد۔

ان تمام شمائل وخصائل یعنی پیدائشی وخلقی صفات اورمذکورہ محاسن وکمالات بلکہ ان

کے علاوہ جتنے خصائل حمیدہ اور اوصاف جمیلہ ذہن سے ٹکرائے اور دل و دماغ میں ابھر کر آئے سب کو مرتب کریں اور ان تمام اوصاف کی جامع شخصیت کا جو تصور سامنے نظر آئے اس پر سنہرے حروف سے جلی عنوان کی شکل میں تحریر کر دیں، حافظ الحدیث آیت من آیات اللہ، امیر المؤمنین فی الحدیث فی زمانہ، قطب زمانہ، محدث کبیر، شیخ العلوم **حضرت الامام والعلام مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ** شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی اللہ تعالی آپ کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے۔

جہاں میں ہوں گے کتنے ہی جنید و شبلی و رازی
مگر ایسا بشر ہم نے نہیں دیکھا ہے اے غازی

☆☆☆

دار العلوم و مظاہر علوم کے مشائخؒ کے تابناک ادوار

ایشیاء کی مشہور و مستند درسگاہ دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور اپنے علمی تفوق، روحانی و عرفانی برتری کے ساتھ خصوصاً حدیث کی شروح وحواشی و تعلیقات وغیرہ گویا حدیث شریف کی ہر زاوے سے خدمات کی وجہ سے اس پورے عالم میں ان کی ایک شان ہے اور یہاں کے مشائخ و رجال حدیث کو صف اول میں شمار کیا جاتا ہے، یہاں کے محدثین کی حدیثی تحقیقات کو مستند مانا جاتا ہے، یہاں کے ہر فن کے اساتذہ اپنے اپنے فن میں ماہر ہوتے تھے، بہت سوچ سمجھ کر تقرری ہوتی تھی اور وہ اپنے اسباق کو اس قدر انہماک اور تحقیق و تدقیق کے ساتھ مرتب اور سہل انداز سے پڑھاتے کہ ان کے اسباق اپنے زمانہ میں نمایا ہو جاتے اور ان کی کتابیں مشہور ہو جاتیں۔ ہر مدرس اپنے

کام سے کام دوسرے کے کام سے آنکھوں کو بند کر کے اپنے دھن میں لگا رہتا، یہاں کا ہر استاذ علمی رفعتوں اور وسعت مطالعہ میں لاثانی ہوتا تھا، اسی طرح زہد وقناعت، ذکر وعبادت، تقوی وطہارت، سلوک ومعرفت کے اعلی مقام پر فائز ہوتا، یہاں کا ہر ہر فرد علمی وروحانی تفوق کی وجہ سے عظیم پیشوا شمار کیا جاتا، ان کی زندگی امت مسلمہ کیلئے ایک روشن کتاب ہوتی جس پر عمل کر کے لوگ روحانیت محسوس کرتے۔

خصوصاً حدیث پاک (جو دار العلوم ومظاہر علوم کی ایک خاص پہچان ہے) کیلئے یہاں کے مشائخ بڑی فکر مندی اور دل سوزی سے افراد کو تیار کرتے رہتے ہمیشہ ہر زمانہ میں یہاں کے شیوخ واکابر کے ذہن میں یہ فکر گردش کرتی رہتی کہ کہیں اس انحطاطی دور میں یہ منصب کسی غیر اہل کے پاس چلا گیا تو قیامت برپا ہو جائے گی (**اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة**) نیز مخالفت کے دور اور بیجا تنقیدی ہواؤں کے جھونکے میں عالم اسلام کی ان مایۂ ناز عظیم الشان اداروں پر کوئی آنچ نہ آجائے، اسلئے ذہین، فہیم طلبہ پر خصوصی توجہ دی جاتی اور پھر جید الاستعداد، نیک ومتدین علمی تحقیقی ذوق رکھنے والے کی تقرری کر کے رفتہ رفتہ علمی وروحانی آبیاری فرما کر پوری تربیت فرماتے اور حفظ واتقان کے اعلیٰ معیار پر فائز اور عدالت وتقویٰ سے متصف حضرات کو دار الحدیث پہونچایا جاتا، چنانچہ افراد سازی اور رجال گیری دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور کے اسلاف کا طرۂ امتیاز ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت شیخ الہندؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ وغیرہم اور ان کے بعد حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا فخر الدین صاحب مرادآبادیؒ، علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ وغیرہم اور ان کے بعد علماء محققین وعلماء

ربانیین جیسے حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ، و حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمیؒ، وحضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہٗ اورحضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہٗ وغیرہم کا سلسلہ آج تک چلتا آرہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا اسی طرح بانیان مظاہر علوم حضرت فقیہ سعادت علی سہارنپوریؒ، حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ، مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ وغیرہم گئے تو اپنے پیچھے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب پورقاضویؒ، حضرت مولانا یحییٰ صاحب کاندھلویؒ وغیرہم کو جانشین بنا کر گئے پھر یہ حضرات گئے تو اپنے اخلاف واصاغر شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب مہاجر مدنیؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ، حضرت مولانا امیر احمد کاندھلویؒ، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑویؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ، حضرت مولانا منظور احمد خانؒ وغیرہم کا انتظام کر گئے پھر یہ حضرات گئے تو اپنے شاگردان رشیدان نمونۂ اسلاف حضرات کو پیچھے چھوڑ گئے جیسے شیخ المشائخ حضرت الاستاذ مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ، فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑویؒ، محقق دوراں حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم، متکلم الاسلام حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب سہارنپوری مدظلہ العالی، حضرت مولانا یعقوب صاحب سہارنپوری مدظلہٗ اور حضرت مولانا محمد سعیدی صاحب سہارنپوری مدظلہٗ وغیرہم کا علم حدیث کا تابناک سلسلہ اسی شان وشوکت کے ساتھ تاہنوز جاری ہے۔ **(اولئک آبائی فجئنا بمثلهم)** اللہ تعالیٰ ہم ناخلف کو بھی ان کا خلف اور نالائق کو لائق بنا کر انہیں اہل اللہ کی صف میں کھڑا کرکے نجات کا ذریعہ بنادے آمین ورنہ تو ہم تہی دست وپا، پلید انسان کا کچھ ٹھکانہ نہیں

کیا ہوگا۔

خیر اخلاص وللّٰہیت کا شاہکار، علم وفن کا مخزن، عالمی شہرت یافتہ ان دونوں اداروں کی عظیم اور قابل فخر مسند حدیث پر ہر دور اور ہر زمانہ میں اس فن حدیث کے مہر عالمتاب، چمکتا دمکتا آفتاب اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ طلوع ہوا اور اپنی شعاؤں سے پورے عالم اسلام کو جگمگاتا ہوا اور اپنی نورانی کرنوں سے پوری دنیا کے مسلمانوں کو منور کرتا ہوا اپنے اپنے وقت پر غروب ہوتا گیا، الحمدللہ کبھی بھی کسی جبال الحدیث اور اس فن کے عظیم ہستیوں کی رخصتی سے یہاں کے دارالحدیث کی علمی تحقیقی، تدقیقی، روحانی اور عرفانی فضاء میں جھول نہیں آیا ہے اس کی تروتازگی اور سرسبز وشادابی مرجھائی نہیں۔

دل ہمارے یادِ عہدِ رفتہ سے خالی نہیں
اپنے شاہوں کو یہ امت بھولنے والی نہیں

☆☆☆

ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کا علمی ذوق

مظاہر علوم کے شیوخ الحدیث کے سنہرے سلسلے کی عظیم الشان کڑی ہمارے مرشد ومربی فخر المحدثین حضرت الاستاذ حضرت شیخ جونپوریؒ کی ذات اقدس تھی، مظاہر علوم کے وہ سپوت تھے جن کے تبحر علمی پر ان کے شیوخ واساتذہ کو بھی رشک تھا اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے والے تلامذہ کو بھی آپ کی شان حدیث پر فخر ہے آپ کی ذات اقدس مظاہر علوم کے مشائخ کی تاریخی فہرست میں ایک جلی اور روشن باب ہے، ہر زمانہ میں یہاں کے علماء فضلاء، طلباء اور متعلقین آپ کا نام ذکر کرکے

فخر کیا کریں گے آپ اپنے مشائخ حدیث کے صحیح جانشین بلکہ فن حدیث اور رجال حدیث میں مظاہر علوم کے متقدمین محدثین سے بھی آگے تھے اس کی اصل وجہیں تین ہیں۔

پہلی وجہ: اور وہ یہ ہے کہ آپ کے پاس کتابوں کا جتنا بڑا ذخیرہ موجود تھا پہلے کے مشائخ ؒ کے پاس اتنی ساری کتابیں نہیں تھیں ہمارے حضرت شیخ ؒ خود فرماتے تھے کہ اگر مجھے کسی سے کچھ پیسے میسر آجاتے تو ان سے حدیث کی کتابیں خرید لیتا۔ حضرت الاستاذ قطب العرب والعجم شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے جب بھی ہدیۃً کچھ پیسے عنایت فرمائے تو میں نے ان کی کتابیں خرید لیں۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ پڑھنے کے زمانہ میں (فقیہ الاسلام) حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے کچھ پیسے عطا کئے تو اس سے مشکوٰۃ شریف خرید لی اور پھر اس میں لگا رہتا یعنی مشکوٰۃ کی حدیثوں کی تخریج وتحقیق کرتا رہتا یہیں سے حدیث کا ذوق پیدا ہوگیا۔

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قیام گاہ کے ہال میں اپنی ذاتی اتنی ساری کتابیں تھیں اور علم حدیث کا اتنا بڑا خزانہ تھا کہ شاید ہی کسی کے پاس اتنی ساری کتابیں ہوں برصغیر ہی کیا پورے عالم اسلام میں کتابوں کا اسقدر ذوق شاذ و نادر ہی کسی کے اندر ہو، بڑے بڑے کتب خانے میں بھی وہ مراجع اور امہات الکتب دستیاب نہیں ہیں جو ہمارے حضرت شیخ ؒ کے پاس موجود تھیں بندہ نے ہر مرتبہ حج سے واپسی پر آپ کو ڈھیر کے ڈھیر اور کارٹونوں کے کارٹون کتابیں ساتھ لاتے ہوئے دیکھا ہے حج وعمرہ کے اسفار کے مواقع پر حرمین شریفین اور دیگر امصار ومدن کی کتابیں مارکیٹوں میں دور، دور تک پیدل چلتے اور حدیث وتفسیر اور فقہ کی مختلف الجہات کتابوں کی تلاش کرتے ہوئے تمام کتب خانوں کو چھان مارتے، حالانکہ آپ کی شخصیت معصوم

طبیعت، نازک مزاج، محنت و جفاکشی سے دور اور راستے کے نشیب و فراز سے ناواقف، راستے کے اتار و چڑھاؤ پر چلتے ہوئے سانس پھولنے لگتا، پسینے سے شرابور ہو جاتے مگر علمی مطالعہ کا ذوق اور تحقیقی و تدقیقی حوصلہ ان ساری دقتوں کو آسان بنا دیتا۔

دوسری وجہ: آپ سے آشنا لوگ جانتے ہیں کہ آپ دنیا و مافیہا سے لاتعلق ہمہ تن کتب بینی اور مطالعہ میں منہمک رہتے تھے آپ کے مطالعہ کے وقت کسی کی مجال نہیں کہ وہ آپ کے حجرہ میں قدم رکھ دے، لوگوں سے ملنا، جلنا آپ کا مزاج نہیں تھا، فجر کے بعد ذکر جہری اور عصر کے بعد درود کی مجلس میں لوگوں کو آنے کی اجازت ہوتی اسی دوران آپ کی زیارت ہو جایا کرتی تھی، آپ صحت کی حالت میں دو کتابیں بخاری شریف شام کے آخری گھنٹہ میں اور مسلم شریف صبح کے آخری گھنٹہ میں پڑھاتے اور اس کے علاوہ ہر وقت حدیث کے مراجع میں کھوئے ہوئے رہتے آپ رات میں بلاناغہ ایک بجے تک مطالعہ کرتے اور پھر سو جاتے

بندہ (سجانی) جب مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھا تو بارہ بجے تک مطالعہ کر کے اپنے مربی شیخ جونپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ایک کنارہ میں سر جھکا کر بیٹھ جاتا، حضرت اپنے مطالعہ میں مشغول رہتے اور کبھی کبھار سر اُٹھا کر کچھ ناصحانہ کلمات فرماتے اور پھر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے، کبھی سر اُٹھا کر مزاحیہ کچھ کلمات ارشاد فرما کر ہم بچوں کو ہنسا دیتے اور پھر مطالعہ کرنے لگتے جب ایک بج جاتا تو آپ کھڑے ہوتے استنجاء وضو فرما کر پلنگ پر لیٹ جاتے، ہم ایک دو بچے بہت آہستہ آہستہ حضرت کے قدم مبارک کو دبانا شروع کر دیتے ہمارے حضرتؒ دو چار منٹ ہی میں کچھ کہہ کر ہنسا دیتے اور پھر یہ کہہ کر روانہ کر دیتے کہ بچوں جاؤ دو چار رکعت پڑھ کر سو جاؤ کیونکہ حضرت جانتے تھے کہ طالب علم کیلئے اسی وقت تہجد پڑھ کر سو جانا مناسب ہے۔

لیکن جب بندہ مدرس ہوگیا تو حضرتؒ سے پوچھا کہ حضرت رات میں دیر تک مطالعہ کرتا ہوں کیا سونے سے قبل تہجد پڑھ کر سو جاؤں تو حضرت نے فرمایا نہیں بھائی تہجد نام ہی ہے سونے کے بعد اُٹھ کر پڑھنے کا۔

تیسری وجہ: یہ ہے کہ ہمارے شیخ جونپوری نور اللہ مرقدہٗ گھریلو مشاغل، اُبوت وبنوّت اور ازدواجیت کے مسائل سے فارغ البال تھے، نیز اعزاء واقرباء کی ہزار الجھنوں اور متعلقین کے جھمیلوں سے کنارہ کش، درکِ حدیث میں مغز دار وگرفتِ اغلاطِ مصنفین میں برسرِ پیکار اور درایت وروایت میں ہمہ تن متوجہ الی الحدیث رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ ہمارے شیخ، سیدی، مرشدی ومولائی تصنیف وتالیف کے کام سے بھی یکسو ہوکر بیشتر تحصیل حدیث وتبحر علمی کیلئے خالص مطالعۂ کتب میں اور اپنے علم بیکراں کو عملی جامہ دینے کیلئے اصلاح نفس میں لگے رہے۔

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقام

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت شیخؒ کو کمال درجہ کی ذہانت وفطانت عطا فرمائی تھی، قوت تحفظ بدرجۂ اتم آپ کو ودیعت کی ہوئی تھی، حفظ واتقان کے اعلیٰ معیار پر فائز تھے، حامل فہم، ذکی النواد، صاحب فراست وبصیرت، دل ودماغ میں آفاقی وسعت، سخن فہمی، بیدار مغزی مکمل طور سے آپ میں پائی جاتی تھی اور آخر عمر میں بھی اسی طرح کامل الضبط اور بیدار مغز رہے، آپ صرف حدیث ہی کے امام نہیں بلکہ نحو، صرف، منطق، انشاء پردازی، فصاحت وبلاغت، معانی وبیان، فلسفہ، ہیئت، اقلیدس، عروض، علم میراث اور دیگر تمام علوم آلیہ میں ماہر ہونے کے ساتھ علوم عالیہ تفسیر وحدیث، فقہ، اصول فقہ، علم العقائد، علم تصوف وغیرہ جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ میں، فائق الاقران تھے عربی زبان

لکھنے پڑھنے میں مکمل عبور حاصل تھا، عربی علماء کا جب بھی ورود ہوتا تو بے تکلف ان سے عربی میں کلام کرتے اور ذرّہ برابر نہیں جھجکتے، آپ عدیم المثال ادیب اور ہرفن کے شہ سوار تھے، آپ کو عربی پر اتنی مہارت حاصل تھی کہ خطاب باری اور مقصد حدیث کے سمجھنے میں دیر نہیں لگتی تھی، آپ قرآنی تمام علوم پر حاوی تھے اور حدیث کے تمام علوم کے بحر بیکراں اور ناپید کنارہ تھے، قرآنی آیات اور روایات وآثار کے ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفصل، خاص وعام، محکم ومتشابہ، تاویل وتنزیل، آیاتِ مکی ومدنی سے آشنا اور فقہی حرمت وکراہت، فرائض وواجبات، استحباب واباحت، قطعی الدلالت اور ظنی الدلالت وغیرہ غرض ساری چیزوں میں یدطولی رکھتے تھے، اسی طرح علوم الحدیث کے ہر زاوئے اور ہر گوشہ سے واقف کار تھے، حدیث کی صحت وسقم، مسند ومرسل، متصل ومنقطع، مرفوع وموقوف وغیرہ سے اس طرح واقف تھے کہ گویا یہ ساری چیزیں آپ کے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہوتی تھیں قرآن کو حدیث پر اور حدیث کو قرآن پر مرتب کرنے کا ملکہ آپ کو حاصل تھا کوئی ایسی حدیث جس کا ظاہر قرآن سے مخالف نظر آتا ہو اس کی مطابقت کا سراغ لگانے میں کامل دسترس حاصل تھا، آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے بھی پوری طرح واقفیت تھی اسی کے ساتھ ائمہ کے مذاہب ومسالک اور علماء کے اقوال سے بھی پوری طرح آگاہی تھی اور یہ ساری چیزیں کثرت ممارست کی وجہ سے طبعی بن چکی تھیں اور نصوص قرآنیہ واحادیثہ میں کمال پائے جانے کی وجہ سے آپ کو اپنی رائے میں خود اعتمادی اور اجتہادی بصیرت حاصل تھی، بارہویں صدی ہجری میں جس طرح قرآنی علوم کے معارف واسرار کو اللہ تعالی نے حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دھلویؒ کے دل ودماغ پر انکشاف کیا اور ان علوم کے حکم ولطائف کا آپ پر الہام کیا گیا جن کو حضرت شاہ

صاحبؒ نے بعض بعض مقامات پر بطور تحدیث بالنعمت کے بیان بھی فرمایا ہے۔

اسی طرح پندرہویں صدی ھجری میں حدیث کا علم اسی شان کے ساتھ ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو عطا کیا گیا جس کا تحدیث بالنعمۃ کے طور سے آپ نے بھی اظہار فرمایا ہے، تحقیقات کی تہہ تک پہونچ کر متقدمین و متاخرین علماء محدثین کی روایتی و درایتی تحقیقات پر نقد تبصرہ کرنا آپ کے وسعت مطالعہ اور اتھاہ سمندر میں غوطہ زن ہو کر اصل موتی نکالنے کی عکاسی ہے، بڑے بڑے علماء محدثین کی گرفت، فقہاء محققین کی ٹھوکروں سے آشنائی خصوصاً علامہ حافظ ابن حجر جیسے بحر العلوم فی الحدیث جیسے شخص کی تسامحات کا تذکرہ اس فن میں پوری بصیرت کی غمازی کرتا ہے۔

ایک مرتبہ ہمارے حضرت ذی شان شیخ جونپوریؒ نے فرمایا کہ میں نے حافظ ابن حجر کی سو غلطیوں کو پکڑا ہے مگر پھر بھی ان کے علم کا لوہا مانتا ہوں کیونکہ وہ اس فن کا بہتا سمندر تھا ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تمام علوم وفنون خصوصاً علم حدیث میں ہندوستان، اور ایشیا ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں سند کا درجہ رکھتے تھے ہر مسلک ومشرب کے علماء محدثین و محققین اور بڑے بڑے ماہر فی الحدیث کے لئے مرجع بنے ہوئے تھے اندرون ملک اور بیرون ممالک کے مختلف علماء محدثین وشیوخ الحدیث ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث کی سند حاصل کرتے تھے اور حدیث کے سلسلے میں الجھی ہوئیں گتھیاں کہیں نہیں سلجھتیں، کسی بھی محدث کے پاس اس کا حل نہیں ملتا تھا تو اخیر میں یہاں آ کر اپنی مشکلات کو دور کر کے راحت حاصل کرتے تھے۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

ہمارے حضرت شیخؒ کی اسماء رجال وجرح وتعدیل میں مہارت

علم اسماء رجال علم حدیث میں بہت ہی اہمیت کا حامل، اصل اصول اور تحفظ حدیث کا اصل ذریعہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کی حفاظت سند سے ہوتی ہے اور سند کی صحت رجال سند کے صحیح ہونے پر موقوف ہے۔

فن اسماء الرجال کے ذریعہ راویان حدیث کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو سامنے لایا جاتا ہے مثلاً راویوں کے نام، برادری وقومیت، نسبت، کنیت، القاب، سلسلہ نسب، وحسب، تعلیم وتعلّم، علمی معیار، فضل وکمال، دیانت وتقویٰ، عقائد ونظریات، شیوخ واساتذہ، اور تلامذہ کی فہم وذکاوت، قوت حفظ، ضبط واتقان، عدالت وثقاہت، صحت وسقم، صحیح وضعیف، مقبول مردود ہونے کی وضاحت، ذاتی ومعاشرتی وشہری اور ملکی زندگی میں اخلاق وکردار کا معیار، رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں کے ساتھ برتاؤ کا معیار وغیرہ، الغرض پیدائش سے لیکر وفات تک پوری زندگی کی سوانح اور سیرت کا بیان ہے گویا یہ بھی تاریخ ہی کا ایک حصہ ہے (مگر تھوڑا فرق ہے کہ اسماء رجال کی روایات کا معیار روایات حدیث جیسا ہے جب کہ تاریخی روایات اس سے فروتر ہے۔)

چنانچہ شروع میں اسماء رجال پر جو کتابیں لکھی جاتی تھیں تاریخ کے نام سے موسوم ہوتی تھیں، جیسے حضرت امام بخاری کی دو کتابیں (۱) التاریخ الکبیر (۲) التاریخ الصغیر اسی طرح ابن خیثمہ کی التاریخ ابن خیثمہ وغیرہ، پھر اسماء رجال یعنی راویوں کے حالات اور تاریخ کا مطالعہ کر کے ان کے متعلق صحیح حدیث کو متعین کر دینا اور روایت حدیث میں اس کی مقبولیت ومردودیت کا درجہ واضح کر دینا کہ کونسا راوی ثقہ، کونسا اوثق، کونسا عدول اور کونسا صدوق ہے اسی طرح کونسا ضعیف، کونسا اضعف، کونسا مردود اور کونسا

کاذب اور واضع الحدیث ہے اسی کا نام علم جرح وتعدیل ہے۔

شروع میں دونوں فن کو الگ الگ شمار کیا جاتا تھا مگر اوپر کی تقریر سے معلوم ہوا کہ مآل کے اعتبار سے دونوں ایک ہی ہیں کیونکہ فن اسماء رجال کے ذریعہ محض راویوں کے احوال کو جاننا مقصود نہیں ہے بلکہ اس کی راویانہ حیثیت اور اس کے درجہ کو جاننا ہے اور یہ راویوں کے حالات جانے بغیر ممکن ہی نہیں لہٰذا دونوں میں تلازم کی نسبت کی وجہ سے متأخرین علماء محدثین دونوں فن کو ایک ساتھ لیکر چلے چنانچہ ان کی تصانیف میں راویوں کے حالات اور اس کی درجہ بندی ساتھ ساتھ نظر آتی ہے جیسے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی تقریب التہذیب اور حافظ مزی کی تہذیب الکمال وغیرہ۔

کتب رجال علوم الحدیث کے دیگر انواع میں اس نوع اسماء الرجال کے اندر علماء محدثین نے ہر ہر زمانہ میں اپنی فنی، علمی، فکری اور قلمی جولانیوں کو تیز وتند کرتے نظر آرہے ہیں، فن اسماء الرجال کی خشت اول تو حضرات صحابہؓ خود بنے اور اخذ روایت میں چوکس ہو گئے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس سلسلہ میں صاف طور سے ارشاد فرمایا (**حدثو الناس مایعرفون ودعو ماینکرون**) یعنی لوگوں سے مشہور ومعروف روایت بیان کیا کرو اور جن روایات سے لوگ واقف نہیں ان کے بیان کرنے سے باز رہو، چنانچہ صحابہ کی مقدس جماعت کے کمال تقویٰ اور حد درجہ احتیاطی تدابیر کی بنیاد پر واضعین حدیث کی کمر ٹوٹ گئی اور صحابہ کے مبارک دور میں سبائی فتنہ کو حوصلہ نہیں ملا۔

پھر تابعین وتبع تابعین نے بھی بہت تفتیش کے ساتھ روایتیں قبول کی بعدہٗ ہر دور میں اللہ تعالی نے اس فن کے جبال العلم علماء پیدا کرتے رہے جنہوں نے اس فن پر مکمل توجہ دی اور اپنی پوری صلاحیت لگادی ہر ہر راوی کی تفتیش، کھود کرید پر خوب محنتیں

کیں، دور دراز کے اسفار کیئے ہر اسلامی شہروں میں جا جا کر وہاں کے علماء محدثین سے بالمشافہہ ملاقاتیں کیں راویان حدیث کے متعلق تحقیق کی، جانچا، پرکھا اور قلم بند کیا اور اس سلسلہ میں اب تک کے رواۃ کے حالات کا ایک بڑا ذخیرہ تیار ہو چکا تھا اور دوسری صدی ہجری کے اوائل میں اس فن کو کتابی شکل میں مدون کرنیکا کام شروع ہو چکا تھا اس فن اسماء الرجال میں سرفہرست نام شعبۃ ابن الحجاج، حضرت امام مالک، معمر، اور ہشام کے اسماء گرامی ہیں بعدہٗ عبداللہ ابن مبارک، ہشیم بن بشیر الواسطی، سفیان ابن عیینہ وغیرہم جبال العلم اس فن کے سربراہ تھے انکے بعد اس فن کے ماہرین تیار ہوکر برسرِ پیکار میدان میں آگئے ان علماء کبار میں جن کے نام جلی حروف سے لکھنے کے قابل ہیں وہ ہیں یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، پھر ان کے شاگردان رشید میں یحییٰ بن معین، علی ابن مدینی، اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نام سنہرے حروف میں لکھنے کے قابل ہیں، پھر ان کے تلامذہ میں عظیم شخصیات تیار ہوئے جیسے امام بخاری، امام مسلم، ابوزرعہ رازی وغیرہم جنہوں نے اس فن اسماء الرجال میں مبسوط اور مطول کتب رجال تصنیف کیں، پھر ان کے بعد ان کے شاگردوں نے اس کام کو آگے بڑھایا جیسے امام ترمذی امام نسائی وغیرہم اور یہ سلسلہ چلتا ہوا تیسری صدی کے اخیر تک تقریباً تین سو سال میں اس فن نے اپنے کمال اور عروج کو پالیا اور ایک عظیم الشان فن کی گویا تکمیل ہوکر راویان حدیث کے لاکھوں اشخاص کی پوری زندگی کمال دیانت کے ساتھ اہل علم کے سامنے آچکی اور اس پر توضیح و تنقیح اور تلخیص کا کام ہر زمانہ میں ہوتا رہا اور اس فن کے ماہرین پیدا ہوتے چلے آئے ہیں، اس فن کی تاریخ لکھنے والا مؤرخ قرن اول سے اس کے ماہرین کی فہرست تیار کرکے ان کے حالات کو لکھتے ہوئے جب پندرھویں صدی میں قدم رکھے گا تو اپنے قلم کو جنبش دیگا اور فن اسماء

الرجال کے محدثین کی عظیم شخصیات کو قلم بند کرتے ہوئے ایک جلی عنوان قائم کریگا بحر العلوم فی اسماء الرجال، امام الجرح والتعدیل ، رئیس المحد ثین، سید المحققین ، امیر المؤمنین فی الحدیث فی زمانہ، شیخ المشائخ حضرت العلام مولانا **محمد یونس** صاحب جونپوریؒ شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی (انڈیا) آپ کا نام نامی اسم گرامی کا عنوان لگائے بغیر اپنی تاریخ کو ادھورا سمجھے گا چنانچہ آپ کے اصاغر اور تلامذہ ہی نہیں بلکہ علماء محققین اور معاصرین علماء بھی آپ کے معترف ہیں کہ اس زمانہ میں پورے عالم اسلام کے اندر فن اسماء الرجال کے آپ ماہر اور جرح وتعدیل کے امام تھے اور اس فن کے آپ کسوٹی تھے اور محکمۃ الحدیث کی حیثیت آپ کو حاصل تھی ، جب کبھی اس خاموش سمندر میں جولانی آتی تھی تو اس سلسلہ میں یہ بحر بیکراں موجیں مارنے لگتا تھا تو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس گئے گذرے دور کا آدمی نہیں ہے بلکہ چودہ سو سال پہلے، قرن اولیٰ کا کوئی عظیم الشان محدث ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر ☆ ان یجمع العالم فی واحد
احب الصالحین ولست منھم ☆ لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کا درس حدیت

ہیں ساقی میخانہ علم شہ ابرار ☆ اور ماہ تمام فلک دین عرب ہیں
مظاہر میں دوبارہ حدیث نبوی کے ☆ سرتاج شیخ یونس ذی شان وادب ہیں

جس نے بھی لہلہائے ہوئے سبزہ زار مظہری باغ ، سرسبز وشاداب سعادتی گلشن

کے مہکتے ہوئے پھولوں اور گلستاں خلیلی کے کھلتے ہوئے ہنس مکھ غنچوں کی عطر آمیز خوشبوؤں کو کبھی سونگھا ہوگا، وہ خوب محسوس کرتا ہوگا کہ جامعہ مظاہر علوم کے بارونق، خوشگوار مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوکر یہاں کی عبقری، قد اور محدثین عظام کا علمی آبشار اور شریعت بیضاء کے اصل الاصول، مقدس اور پاکیزہ فن حدیث کا درس اس دنیا کی کس قدر نعمت عظمی ہے، پھر محدثین مظاہر کے سنہرے اور عظیم الشان سلسلہ کا ایک جلی عنوان محدث کبیر، جن کا سکہ رائج الوقت ہے وہ ہے ہمارے حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا درس حدیث جس کا نفع عام اورتام ہے، ہمہ جہتی تحقیقات وتدقیقات کی ساون وبھادو کی طرح موسلادھار بارشیں، محدثانہ طرز اور انداز لئے ہوئے محققانہ بصیرت کی روانی، پرکیف آواز میں رواں دواں، علمی نہریں، رجال حدیث اور اقوال محدثین کو پیش کرتے ہوئے دریائے موّاج وبحر تلاطم کی دلکش لہریں، مذاہب ائمہ کی رعنائیاں، مسالک فقہاء کی اپنے اپنے زمانے سے منطبق کی ہوئی کہانیاں، اور فقہی روایتوں کی دل بستگیاں، متعارض ومختلف حدیثوں کے مابین تاویلات وتطبیقات اور ترجیحات کی گلکاریاں، رواۃ وروایات کے تقدم وتاخر سے بھرپور واقفیت کے ساتھ ناسخ ومنسوخ کی تحقیقی تاریخیاں، الغرض مختلف الجہات کمالات ومحاسن سے لیس دربار خیر الانام، درسگاہ حدیث رسول میں بیٹھ کر جن میمون قسمت مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشہ چینی کا موقع ملا ہے ان کے دل سے پوچھئے کہ وہ کیف سرور کیا ہے جن خوش نصیبوں کو اس کشورستان اور مظاہر علوم کے خوان حدیث سے لذیذ نعمتوں کا ذائقہ چکھنا نصیب ہوا ہے، جن لوگوں نے علم حدیث کی جام تجحر کی نعمت عظمی سے لطف اندوزی کی ہے وہ حضرات زمانہ دراز کے بعد بھی اس کی مٹھاس وحلاوت محسوس کرتے رہے اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔

ہمارے شیخ جلیلؒ کے درس بخاری سے آپ کی قوت اجتہادیہ، قابلیت استنباط خوبۂ تطبیق وارتباط، جودت ذہن، اتقان وعدالت، حافظہ وثقاہت، تقدس وتبحر، تقاری وسلاست بیانی، فراست وہمہ دانی خوب عیاں تھی درس حدیث میں آپ کا وقار وطمانینت، جاہ وجلالت، رعب ودبدبہ، عمدہ ونفیس قسم کے کپڑے میں ملبوس، عطر سے معطر ہوکر نیچی نگاہیں کئے ہوئے جس شان وشوکت کے ساتھ دارالحدیث کے مسند حدیث پر جلوہ افروز ہوتے تھے اس سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تحدیث کے سدابہار گل گلاب مہکنے لگتے تھے دارالحدیث میں بخاریٔ وقت کی جلوۂ آرائی سے دین حق کا حق ہونا واضح ہوجاتا تھا۔

ہمارے شیخؒ کا درس کیا بہتا سمندر ناپید کنارہ ہوتا تھا، آپ پوری حدیث کا من اولہ الی آخرہ ترجمہ نہیں کرتے، طلباء کا خیال کرتے ہوئے مشکل الفاظ کو حل کرتے اور نفس مطلب کو ایسا کھول دیا کرتے تھے کہ گویا پوست اور چھلکے سے مغز اور گودے کو نکال کر سامنے رکھ دیا اسی طرح حدیث کا باہم حدیث سے یا حدیث کا کسی آیت قرآنیہ سے تعارض ہوتا تو اس کو رفع فرماتے مطابقت وموافقت میں مختلف علماء کے اقاویل نقل کرتے ہوئے اپنا قول بھی پیش کرتے۔

اسماء الرجال پر ہمیشہ بقدر ضرورت بحث کرتے اور جب معرکۃ الآراء روایات اور رواۃ پر پہونچتے تو اس میں دریا کی روانی ہوتی، بحر تلاطم کی لہریں اُٹھنے لگتیں اور جوش روانی میں اس فن کے ماہرین کے مطالعہ کی وسعت کا اندازہ لگاتے اور ان میں سے ہر ایک کے علم کو تولنے لگتے کہ اس میدان میں کودنے والے محدثین میں سے کس کے اندر کتنا علم ہے اور کون کتنے پانی میں ہے، یہ کام وہی شخص کرسکتا ہے جس نے ان

سارے علماء کی ساری کتابوں کا بالاستعاب مطالعہ کیا ہو اور ان کی ساری تحقیقات سے پوری طرح واقف ہو اور اس فن کی ساری کتابوں کو کنگھال کر رکھ دیا ہو۔

ہمارے شیخؒ رواۃ کی درجہ بندی میں خوب تحقیق وتدقیق فرماتے، راویوں کی توثیق وتضعیف فرماتے ہوئے جرح وتعدیل میں ائمہ جرح وتعدیل کے ناموں کی ایک فہرست شمار کر دیتے، ہر ایک کی رائے کو محول انداز میں پیش فرما کر اپنی رائے بیان کرتے اور اپنی رائے کی دلیل بھی پیش کرتے۔

ترجمۃ الباب وروایت الباب کی اچھی طرح وضاحت فرماتے اور باہمی مناسبت بیان کرتے، اگر ترجمۃ الباب روایت الباب کے سیاق وسباق میں ارتباط مخفی ہوتا تو مختصر روایت کے سہارے تفصیلی روایات کا اسقدر حوالہ پیش کرتے کہ ترجمۃ الباب وروایت الباب میں مناسبت بالکل واضح اور صاف معلوم ہو جاتی۔

ایک مضمون کا دوسرے مضمون سے ربط بیان کرتے، اگر کوئی حدیث دیگر کتابوں کی کسی حدیث کے معارض نظر آتی تو اس کو بھی تطبیق دیتے، الفاظ حدیث میں مختصر اور مطول حدیثوں کے درمیان کیا اور کہاں کہاں فرق آیا ہے اس کو مختصر جملہ میں بیان کر دیا کرتے غور کرنے والے کو پتہ چل جاتا تھا، ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ درس میں اصول حدیث اور اصول فقہ کے نکات اور عبارات کے ارشادات کو اچھی طرح واضح کرتے۔

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سطحی نہیں بلکہ بہت ہی عمیق وانیق ہوتی تھی آپ کوئی بھی بات بغیر حوالہ کے نہیں بیان کرتے، بعض کہہ کر تو شاذ ونادر ہی کوئی بات بیان کرتے، قول کو قائل کے نام کے ساتھ کس کتاب میں وہ قول اور روایت موجود ہے پورے حوالہ کے ساتھ بیان کرتے، مزید برآں کوئی حوالہ نقل در نقل نہیں بلکہ اصل تک پہونچ کر جڑ کی بات نکالتے، اس کیلئے آپ کے پاس وقت بھی درکار ہوتا تھا کہ

بیوی بچے کی الجھنوں سے فارغ، دنیاوی جھمیلوں سے دور، ہر وقت، ہمہ تن، کتب بینی ہی میں صرف ہوتا تھا اور کتابوں کی فراہمی میں بھی آپ کے ذوق فطری نے اس سلسلہ میں سونے پہ سہاگہ کا کام کیا تھا۔

آپ کا درس حدیث ماضی قریب اور موجودہ دور کے محدثین سے بالاتر ہوتا تھا آپ متقدمین شراحِ بخاری جیسے ابن بطال، خطابی، ابن التین، کرمانی، عینی، ابن حجر، قسطلانی، سندھی، سیوطی وغیرہ کی شروح بخاری کے علاوہ متاخرینِ شراح علامہ نور الحق بن مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ارشاد الساری، شیخ الاسلام ابن محبّ اللہ البخاری کی شرح جو تیسیر القاری کے ساتھ ہے علامہ رشید احمد گنگوہی کی تقریر اور اس پر حضرت شیخ کاندھلویؒ کی تعلیق وحاشیہ لامع الدراری، علامہ کشمیریؒ کی فیض الباری، اور مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ اور حضرت نانوتویؒ کا حاشیہ بخاری، اسی طرح حافظ دراز پشاوریؒ اور علامہ سندھیؒ وغیرہم کے حواشی بخاری کے علاوہ، قدیم وجدید متداول شروحات بخاری کے علاوہ، غیر متداول شروحات اور دیگر دستیاب ونایاب سے نایاب شروح وکتب احادیث کے ضخیم ڈھیر کے تلے گم اور فنا ہو کر علمی جواہر پارے کے ایسے ایسے باریک نکتے نکال کر طالبان علوم حدیث کو روشناس کراتے تھے کہ کوئی مائی کا لال اس دور افتاد میں اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا، مجھے لکھنے دیجئے مجھے لکھنے کا حق ہے یہ تملق ومبالغہ آرائی نہیں حقیقت اور واقع کے مطابق ہے کہ کوئی شخص اس قحط الرجال کے دور میں دنیا ومافیہا سے بے خبر علمی تحقیق میں کھویا ہوا اس جیسا انسان نہیں پیش کر سکتا، جن کی زندگی کے ہر لمحہ کا مشغلہ حدیث کی کتابوں کی کتب بینی ہو، اس کا ثانی لانے سے عاجز اور قاصر رہے گا **(ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء)**

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے چند درسی صفات

ہمارے حضرت شیخ رحمہ اللہ درس حدیث کے اعتبار سے اپنے زمانہ میں مشہور تھے دور، دراز سے طالبان علوم نبوت کھنچے چلے آرہے تھے، بعض لوگ تو دوسرے مدارس سے فارغ ہوکر تشریف لاتے تھے بلکہ بعض شوقین حضرات تو کئی سال پڑھا کر یہاں آتے اور فن حدیث کی انوکھی چیزیں لیکر جاتے۔

آپ کے درس کی جامعیت ومعنویت اور حقانیت کو تو اوپر کچھ بیان کر دیا گیا پھر بھی چند اہم خصوصیات وصفات اور امتیازات کو علیحدہ پیش کیا جارہا ہے۔

(ا) آپ کا مطالعہ بہت ہی وسیع اور گہرا ہوتا تھا مگر اسباق میں خلاصہ ہی پیش کرتے بلکہ ان باتوں کا پہلے سے انتخاب کرتے اور ترتیب دیتے، بندۂ ناکارہ (محمد کوثر علی سبحانی) جب مظاہر علوم آیا اور ترمذی شریف کا سبق متعلق ہوا تو ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے معلوم فرمالیا کہ کیا کیا پڑھاتے ہو، پھر کسی طرح حضرت کو میرے متعلق معلوم ہوگیا کہ یہ لمبی تقریر کرتا ہے تو ایک دن مجلس میں سب کے سامنے فرمایا کہ جتنا مطالعہ کرتے ہو سب بول دیتے ہو (کلموا الناس علی قدر عقولھم) کے مطابق کلام کرو، پڑھو زیادہ بولو کم، اس پر احقر نے کہا کہ حضرت طلبہ کہتے ہیں کہ ترمذی ہی سے ساری کتابیں حل ہوجاتی ہیں اسلئے صحاح ستہ کی ساری حدیثیں نکال کر یہیں پر ساری تفصیل پیش کر دیتا ہوں، اس پر حضرت نے زوردار ڈانٹا اور فرمایا ارے لڑکوں کا کیا اعتبار یہ سب واہ واہی کیلئے ہے، تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر سر اُٹھا کر فرمانے لگے چلو ابھی تم جوان ہو، بچوں میں بھی جب تمہاری طرح جوان تھا تو لمبی تقریر کرنیکا شوق تھا۔

(۲) آپ کا حافظہ تو نہایت ہی قوی تھا اور بیداری بے مثال تھی (آپ کے پاس باہر سے کوئی عالم آتا اور کسی طرح کا کوئی علمی سوال کرتا تو آپ فرماتے کہ فلاں الماری کے فلاں خانہ میں فلاں کتاب کی فلاں جلد نکال لو اور کتاب کو ایک خاص انداز سے پکڑ کر ایک دو ورق پلٹ کر بعینہٖ اسی صفحہ کو نکال کر سائل کو دکھاتے کہ لو اس مسئلہ کا حل یہاں موجود ہے)۔

الغرض آپ کا جودت ذہن مسلم ہے مگر پھر بھی آپ احتیاطاً مطالعہ کے نچوڑ کو بخاری شریف کے حاشیہ و بین السطور اور دیگر چھوٹے پرچہ میں اشارۃً لکھ کر رکھ لیتے اور اسی اشارہ کی مدد سے درسی جملہ علمی مباحث کو مفصل مدلل، محول، محقق اور مطول انداز میں بیان کرتے چلے جاتے (بندہ دورۂ حدیث کے سال اگلی تپائی پر بیٹھتا تھا ایک مرتبہ ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تقریباً تین چار انگل چوڑا پرچہ ہاتھ میں لئے کافی دیر سے تقریر کر رہے تھے، بندہ کو بڑا تعجب ہوا تو اپنی نگاہیں اس پرچہ پر جمادیں، اس پر حضرت نے زوردار ڈانٹا اور فرمایا تمہیں کیا معلوم اس پرچہ میں کیا ہے تین گھنٹے کی تقریر ہے۔ اللہ اکبر کبیرا، اس وقت ان اشارات کی اہمیت معلوم ہوئی)

(۳) ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ یومیہ کے اسباق کے مطالعہ ہی میں منہمک رہتے اور سبق کا مطالعہ درس میں کی جانے والی تقریر تک محدود نہیں ہوتا بلکہ سبق کی تیاری کی غرض سے سند اور متن سے متعلق ہر چیز کا مطالعہ فرماتے وہ مطالعہ فنی ہوتا تھا سبق کی تیاری کے بہانے علوم الحدیث کے ہر فن میں تبحر حاصل کر لیتے اس کے لئے سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی فرماتے رہتے، پھر اس میں سے چھانٹ کر سبق کیلئے مرتب کر لیتے اور اشارۃً لکھ لیتے اور سبق میں آنے سے قبل اس منتخب

ومرتب شدہ مضامین کا تجدیدی مطالعہ فرماتے اور اس پر نظر ثانی فرما کر خوب محفوظ کرلیا کرتے گویا سبق کی مکمل تیاری کر کے دارالحدیث تشریف لاتے۔

(۴) دارالحدیث میں تشریف لانے سے قبل معجون یا دیگر مختصر سی کوئی مقوی چیز تناول فرماتے پھر پانی یا چائے نوش فرماتے پھر استنجاء کرتے اور مسواک فرما کر وضو فرماتے، نفیس اور عمدہ لباس زیب تن کئے پہلے سے رہتے تھے اس پر بہت ہی عمدہ قسم کا عطر لگاتے، جب آپ دارالحدیث کی دہلیز پر قدم رکھتے تو ہواؤں کے جھونکوں سے عطر کی خوشبو پورے دارالحدیث میں پھیل جاتی اور ہم سارے طلباء عطر آمیز خوشبو کو سونگھ کر ہنس مکھ غنچوں کی طرح کھل جاتے۔

(۵) ہمارے حضرت شیخ سبق میں بروقت ہوتے اور بلا تاخیر حاضر ہوجاتے، گھنٹہ لگتے ہی کمرہ سے چل دیتے بلکہ کبھی کبھار تو دارالحدیث کے باہر آکر کھڑے رہتے آپ کے گھنٹہ سے قبل حضرت الاستاذ سید مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ کا سبق ہوتا تھا، حضرت الاستاذ کے نکلتے ہی ہمارے شیخ دارالحدیث میں جلوہ افروز ہوجایا کرتے تھے۔

(۶) ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں ایک خاص بات پابندئ سبق آموز تھی بیماری ہو یا کسی طرح کی کوئی پریشانی ہو سبق کا ناغہ نہیں فرماتے، حج کے ایام کے علاوہ کسی ایک دن بھی غیر حاضری نہیں ہوتی، بندہ (محمد کوثر علی سبحانی) کے دورۂ حدیث کے سال آپ حج کو بھی نہیں جاسکے تھے، اس لئے پورے سال میں صرف ایک دن شام کا ایک گھنٹہ چھوڑنے کے بجائے (جس دن امیر جماعت حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے انتقال کی وجہ سے آپ نظام الدین تشریف لے گئے

تھے) ایک دن کی بھی الحمدللہ غیر حاضری نہیں ہوئی۔

(۷) ہمارے حضرت شیخؒ گھنٹہ کے علاوہ خارج میں بھی پڑھاتے تھے، آپ کے دو گھنٹے تھے صبح میں چھٹی سے قبل چوتھا گھنٹہ مسلم شریف کا اور شام کا آخری گھنٹہ بخاری شریف کا تھا آپ بلاناغہ پورے سال چھٹی کے بعد تک آدھا گھنٹہ اور بسا اوقات ایک ڈیڑھ گھنٹہ تاخیر سے چھوڑتے تھے اور ششماہی کے بعد مغرب سے عشاء کا درمیانی وقت دو حصوں میں تقسیم ہوتا تھا ایک حصہ میں ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پڑھاتے اور دوسرے حصہ میں حضرت الاستاذ سید مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہ درس دیتے تھے اور جمعرات کا دن گزار کر جمعہ کی رات میں صرف ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ہی پڑھاتے تھے مغرب کے فوراً بعد سبق شروع فرماتے اور دس بجے رات تک پڑھاتے اور جمعہ کے دن بھی آخری سال میں دو گھنٹے صبح میں درس دیتے تھے، خواہ بیمار ہوں، یا لاغر آپ کے اس معمول میں کبھی فرق نہیں پایا گیا۔

(۸) ہمارے حضرت شیخؒ مسند پر جلوہ افروز ہونے کے بعد عبارت پڑھتے یا کسی طالب علم سے پڑھواتے ہمارے حضرت شیخؒ کے درس میں سماع من الشیخ اور قرأت علی الشیخ دونوں کا دستور تھا۔ ابتدائی سال کے چند دنوں میں چونکہ کتاب کی مقدار کم ہوتی تھی اسلئے خود سے عبارت پڑھتے تھے پھر طلبہ سے پڑھواتے۔ آپ کے یہاں عبارت پڑھنے کی تین شرطیں تھیں (۱) صحیح پڑھنا، لہٰذا اگر کسی سے نحوی، صرفی، غلطی ہوتی تو بڑی ڈانٹ پڑتی بلکہ کبھی کبھار تو ڈنڈے سے مار بھی دیتے (۲) صاف اور ستھرے انداز میں عبارت پڑھنا تاکہ دوسروں کو معلوم ہوسکے (۳) تیز پڑھنا، عبارت کے تکرار کرنے والے کو آپ پسند نہیں کرتے تھے۔

نیز عبارت پڑھنے والے قاری کو چوکنا رہنا پڑتا تھا کہ کونسی بات نئی ہے اس پر ٹھہرنا اور کونسی حدیث گزر گئی ہے اس پر پڑھتے ہوئے گزر جانا اگر اسکے خلاف ورزی ہوئی تو ڈانٹ پڑتی تھی۔

(۹) ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سبق شروع کرنے سے قبل اس طرح خطبہ پڑھ کر سند کو متصل قرار دیتے۔

الحمدلله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفىٰ وصل وسلم وبارك على نبينا المصطفىٰ وعلى آله وصحبه نجوم الهدى وقادة التقى اللهم اغفرلنا وارحمنا ومشائخنا وعلمنا ماجهلنا ووفقنا لما تحب وترضاه من القول والعمل والنية وجنبنا الفواحش والمعاصى والخطايا والذلل اللهم اٰثرنا واكثرنا واصلح لنا شاننا كله لااله الاانت امابعد وبالاسناد المتصل منا الى اميرالمومنين فى حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ابى عبد الله محمدبن اسمعيل البخارى رضى الله عنه وارضاه واجزل ثوابه وأوفاه وحشرنا فى زمرته ونفحنا بعلومه آمين پڑھ کر باب کا آغاز قال سے کرتے تھے مثلاً **قال باب كيف كان بدء الوحى ......الخ** پھر ہر حدیث کے ساتھ شروع میں **وبه قال حدثنا** پڑھا کرتے تھے۔

(۱۰) ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر نہایت سلیس، صاف، شستہ اُردو زبان میں ہوتی تھی مگر محدثانہ عربی تعبیرات لئے ہوئے فصیح و بلیغ کلام ہوتا تھا رفتار بہت دھیمی، ایک ایک لفظ واضح بآواز بلند زبان مبارک سے نکلتا تھا، مگر کلام میں بغیر تکرار کے روانی ہوتی تھی۔

(۱۱) ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ اکثر احادیث کا لفظ بلفظ ترجمہ نہیں کرتے تھے گاہے بگاہے مشکل و پیچیدہ الفاظ کا ترجمہ کرنے کی ضرورت پڑتی تھی تو ترکیب نحویہ اور صیغہ صرفیہ مختلفہ کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا بامحاورہ اور بے مثال ترجمہ کرتے تھے کہ اشکالات بھی دور ہوتے رہتے تھے اور دفع دخل مقدر ہوتا چلا جاتا تھا۔

(۱۲) وضاحت حدیث فرماتے ہوئے الفاظ حدیث کی لغوی و معنوی تشریح ائمہ وعلماء محققین کے اقوال، کتب معتبرہ کے حوالے کے ساتھ پیش کرتے تھے، نیز اس کے مثل دوسری روایتوں میں کیا کیا الفاظ کی زیادتی ہے اور دوسری روایت سے اس متن حدیث کی تائید اور کھل کر اس کی وضاحت کرتے تھے کہ بات خوب منقح ہو جاتی تھی۔

(۱۳) روایات اگر مختصر ہوتی تھی تو تفصیلی روایات کو کتب حدیث کے حوالوں کے ساتھ پوری روایت کا پس منظر سامنے لاتے تھے نیز اگر روایات کا سمجھنا شان ورود کے تناظر میں ضروری سمجھتے تھے تو شان ورود بھی پیش فرماتے تھے۔

(۱۴) ہمارے حضرت شیخ سبق میں تعدد نسخ اور اسکے اختلاف کو بھی پیش فرماتے تھے۔

(۱۵) احادیث متعارضہ میں پہلے ترجیح پھر تطبیق پھر تاویل پھر تنسیخ کے اصول اپناتے تھے خواہ تعارض روایت کرنے والوں کی وجہ سے پیش آیا ہو یا خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کا اختلاف ہو۔

(۱۶) سند اور رواۃ حدیث پر سیر حاصل بحث فرماتے ہوئے علماء جرح وتعدیل کے اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی رائے بھی ذکر فرماتے تھے اور اس پر دلائل بھی پیش فرماتے تھے، حدیث کے صحت و سقم میں اختلاف کی صورت میں اکثریت یا بڑے ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کو وزن دیتے تھے دلائل کی قوت میں ابن حجر کے قول کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔

(۱۷) اگر سند و متن میں کہیں تصحیف ہوئی تو اس کی بھی نشاندہی فرما کر صحیح وصواب کو دلائل سے ثابت فرماتے تھے۔

(۱۸) اگر کتاب کے ترجمۃ الباب اور روایت الباب میں تصحیف ہوئی ہے تو اس کی بھی اصلاح فرماتے تھے بلکہ بین السطور اور حاشیہ تک کے تسامحات سے آگاہ فرماتے تھے۔

(۱۹) ترجمۃ الباب کا مقصد بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے تھے کہ عام طور سے امام بخاری کے تراجم دعاوی ہوتے ہیں اور احادیث مسندہ ان دعووں کی دلیل ہوتی ہیں لیکن بعض تراجم بخاری، تراجم شارح بھی ہوتے ہیں وہاں دعاوی اور اثبات دعویٰ بالدلیل کا سلسلہ نہیں ہوتا ہے اس بات کو جگہ جگہ واضح فرماتے چلے جاتے تھے۔

(۲۰) ترجمۃ الباب و روایت الباب کے مابین انطباق دیتے ہوئے امام بخاری کے صنیع اور انکا مزاج اور ہر جگہ ان کے منشاء کی طرف بھی اشارہ فرماتے تھے۔

(۲۱) حسب بیان امام بخاری فرق باطلہ سابقہ اور موجودہ پر بھی رد فرماتے تھے اور فرق باطلہ کے عقائد باطلہ اور دلائل واہیہ سے بھی آگاہ فرما کر تسلی بخش جوابات دیتے چلے جاتے تھے نیز فرق عامہ کے عقائد کی بھی تشریح فرما کر احقاق حق اور ابطال باطل میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

(۲۲) عقائد و ایمان کے مباحث اور اس سلسلہ میں مختلف فرق و جماعت کے نظریاتی مباحث کو بخاری شریف کے کتاب الایمان میں بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔

(۲۳) فقہ الحدیث یعنی مسئلہ ثابتہ بالحدیث میں ائمہ کے مذاہب اور مسائل فقہیہ کو ہر امام کے اصول فقہ سے منطبق کرتے ہوئے اصول حدیث کے استحضار کی وہ شان ہوتی تھی کہ روانی کے ساتھ بیان کرتے چلے جاتے تھے۔

(۲۴) مذاہب ائمہ ومسالک فقہاء کے استقصاء اور ان کی تنقیح میں اصل ماخذ کے حوالہ کا اہتمام فرماتے تھے۔

(۲۵) مذاہب ائمہ اور فقہاء ومحدثین کے اقوال مختلفہ بیان کرنے کے بعد ہر ایک کی دلائل پر سیر حاصل بحث فرماتے ہوئے محاکمہ بھی کرتے تھے۔

(۲۶) بخاری شریف کی روایات کے جن راویوں پر محدثین نے کلام کیا ہے اس کا علمی طور پر منصفانہ جائزہ فرماتے تھے۔

(۲۷) جن راویوں کے ناموں میں اشتباہ پیش آتا اس کی وضاحت فرماتے تھے۔

(۲۸) روایات معلقات کے متعلق یہ وضاحت فرماتے تھے کہ حضرت امام بخاری نے خود اور دوسرے محدثین نے ان کو مواصلاً کہاں کہاں روایت کیا ہے۔

(۲۹) آثار موقوفہ کے متعلق بھی نشاندہی فرماتے جاتے تھے کہ کس کس محدث نے ان کو موصولاً کہاں کہاں ذکر کیا ہے۔

(۳۰) **قال بعض الناس** کا **مالہ وما علیہ** کے ساتھ تعیین اور حوالہ بھی ذکر فرماتے تھے۔

(۳۱) صحیح بخاری شریف میں کہیں باب ہے ترجمہ نہیں اور کہیں ترجمہ ہے حدیث نہیں بلکہ صرف آیات قرآنیہ ہیں کہیں نہ حدیث ہے نہ آیت صرف ترجمہ مذکور ہے تو ایسے مواقع پر سیر حاصل کلام فرما کر تسکین عطا فرماتے تھے۔

(۳۲) ہمارے حضرت شیخؒ کے درس حدیث میں تمام ائمہ کرام وجمیع محدثین

عظام کی عزت، عظمت، عقیدت ومحبت اور ادب واحترام کی چاشنی ملتی تھی کبھی کسی کے دلائل کی تر دید وتبصرہ اور جواب دینے میں بے ادبی کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تھا۔

(۳۳) ہمارے حضرت شیخؒ اسباق کو محقق ،مجول، اور مرتب انداز میں پڑھاتے تھے مشکل اور عمیق باتوں کیلئے مباحث قائم فرما کر تقطیع فرما کر نمبروار علیحدہ علیحدہ بیان فرماتے تھے۔

(۳۴) ہمارے حضرت شیخؒ کے درس میں ایک خاص بات یہ دیکھنے کو ملی کہ موسم کی خوشگواری یا محفل کی نورانیت یا طالبان علوم حدیث کے طلب صادق کی برکت سے نئے نئے مضامین کا انکشاف والہام بھی ہوتا تھا مثلاً برسوں سے درس دینے کے باوجود کبھی کبھار فرماتے کہ بچوں اس مضمون کو جتنا اچھا آج بیان کیا ہوں اس سے قبل نہیں کیا لہٰذا مجھے لکھ کر دیدینا۔

(۳۵) ہمارے حضرت شیخؒ کا درس حدیث عشق نبوی ﷺ میں ڈوبا ہوا محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رس دار اور اتنا اثر انداز ہوتا تھا کہ درس میں بیٹھنے والے کو اپنی بدعملی اور باطنی امراض کا ادراک ہوتا تھا اور حضرتؒ کی عملی اور متوازن زندگی کا یہ اثر ہوتا تھا کہ طالبان علوم نبوت کو اپنی کوتاہیوں پر رونا آتا تھا گاہے بگاہے آپ کے مختصر تنبیہ فرما دینے سے زندگی میں عملی انقلاب برپا ہوجاتا تھا۔

اظہار حقیقت

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جامع علم وکمالات شخصیت کی درسی ودیگر خصوصیات کو تو زیادہ سے زیادہ اہل علم وبصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں لیکن جب سورج اپنی پوری تابانی اور آب وتاب کے ساتھ روشن ہوتا ہے تو نابینا بھی کچھ اجالا محسوس

کرتا ہے اسی طرح اس ناکارہ نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود حضرتؒ کے درس حدیث میں زانوئے تلمذ طے کرنیکا شرف حاصل کر کے جو دیکھا ہے اس کو خلاصہ کے طور پر پیش کر دیا ہے ورنہ

کہاں میں کہاں یہ نکہت گل ☆ نسیم صبح تیری مہربانی

ہمارے حضرت شیخؒ کا فقہی رجحان

ہمارے حضرت شیخؒ کی علمی سطح بہت اونچی تھی اجتہادی شان کے مالک تھے نصوص قرآنیہ واحادیثہ پرغور کر کے خود ایک نتیجہ پر پہونچنے کی آپ کے اندر صلاحیت تھی ہندوستان کے عام رجحانات حنفی مذہب کے برخلاف درس میں کبھی کبھار دوسرے مذاہب کو بھی ترجیح دیدیتے تھے مگر اکثر مسائل فقہیہ میں حنفی مذہب پر ہی عمل پیراں تھے بعض مسائل مختلفہ میں قوت دلائل کی روشنی میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذاہب کے خلاف جو عمل کرتے تھے یہ حضرت کی اپنی ذاتی تفردات تھیں حضرت علامہ ابن ہمامؒ پکے حنفی ہونے کے باوجود پچاسوں مسئلے میں حنفیہ سے ہٹ کر تفردات اختیار کئے ہیں جو مفتی بہ نہیں ہیں آپ کے شاگرد رشید علامہ قاسم ابن قطلبغا اس سلسلے میں فرماتے ہیں (**تفردات شيخنا لايعتدبه**)۔

ازالہ شبہ: بعض لوگ خاص کر غیر مقلدین کو غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے کہ حضرت شیخؒ غیر مقلد تھے حالانکہ یہ ان کی سوفہمی تھی حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حضرت شیخ عدم تقلید کی بے راہ روی کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور ہر کس وناکس کے لئے اس فکری آزادی کو گمراہی تصور کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ مجلس میں کسی آدمی نے کہا ’’حضرت فلاں علاقہ میں غیر مقلدین کا غلبہ ہو رہا ہے وہ گمراہی پھلا رہے ہیں تو اس پر حضرتؒ نے یہ نہیں کہا کہ

تم غلط کہتے ہو وہ فرقہ گمراہ نہیں ہے بلکہ اس پر ہمارے حضرت شیخؒ نے افسوس کرتے ہوئے بیزاری کا اظہار فرمایا۔

مجھے اس سلسلہ میں زیادہ لکھنے کی ضرورت اس وقت نہیں ہے مفصل کتاب سوانح میں ''حضرت شیخ ؒ کا فقہی مسلک'' کے عنوان کے تحت دلائل و شواہد کی روشنی میں تفصیل پیش کی جائیگی ان شاء اللہ۔

ہمارے حضرت شیخؒ کی تصنیفات

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے شب وروز کا ہر لحہ ولحظہ سفر وحضر، صحت ومرض کی ہر ساعت وہر گھڑی اشتغال بالحدیث میں گذری آپ اپنی زندگی میں ایک خاص مزاج لئے ہوئے گوشہ نشینی کے عادی تھے کہ شہرت ونا موری کے ذوق سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا، اسلئے آپ ہر طرح کے جھمیلوں سے لاتعلق ہوکر اپنے آپ کو صرف علوم الحدیث کے مطالعہ میں یکسو ہوکر اس فن میں تبحر حاصل کرنے میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے، بنابریں آپ کے قلم فیض سے کتابیں گرچہ معتد بہ تعداد میں آپ کی حیات مبارکہ میں وجود پزیر نہ ہوسکیں ہیں اور مستقل ضخیم اور مفصل تصنیفات اب تک منظر عام پر نہیں آسکیں ہیں، البتہ مختلف اوقات میں بہت سارے علماء محققین اور کبار محدثین خصوصاً آپ کے مرشد ومربی قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ اور رئیس المتکلمین حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے کئے گئے علمی سوالات کے جوابات آپ نے خود تحقیقی انداز میں تحریر فرمائے ہیں اس کا ذخیرہ موجود تھا آپ کے شاگردوں نے اصرار کیا تو بڑی مشکل سے کئی جلدوں میں (الیواقیت الغالیہ فی تحقیق

وتخریج الاحادیث العالیہ) کے نام سے منظر عام پر آئی ہے۔

اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر چھوٹے چھوٹے رسائل کی شکل میں علمی اور حدیثی جواہر پارے آپ کے رشحات قلم سے صادر ہوئے ہیں جو علوم کی کلید اور عظیم فنی مباحث کا گویا عطر اور علم کا مخزن ہیں جیسے (۱) تخریج احادیث مجموعہ چہل حدیث (۲) ارشاد القاصد الی ماتکرر فی البخاری باسناد واحد (۳) جزء قرأت (۴) جزء رفع الدین (۵) جزء المحراب (٦) جزء معراج (۷) مقدمہ ابوداؤد (۸) مقدمۃ المشکوٰۃ (۹) تخریج احادیث اصول الشاشی (۱۰) جزحیات الانبیاء (۱۱) جز عصمۃ الانبیاء (۱۲) مقدمۃ البخاری (۱۳) ترجمہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۱۴) مقدمہ ہدایہ (۱۵) نوادر الحدیث (۱٦) نوادر الفقہ۔

(۱۷) مذکورہ رسائل سے کہیں زیادہ گران قدر علمی سرمایہ ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث شریف کی درسی تقاریر ہی نہیں بلکہ حضرت نے پوری زندگی کے مطالعہ کا جو نچوڑ اپنی کتاب بخاری شریف کے حاشیہ و بین السطور اور مختلف پرچے پر لکھ کر درس فرمایا تھا اس پر حضرت نے خود سے از سرِ نو نظر ثانی فرما کر اس پر تعلیق و تحقیق کا کام کیا ہے جو کئی جلدوں میں عربی زبان میں مسوّدہ تیار ہے اور مزید کام ہونے کی امید ہے وہ کتاب ہے "النبر اس الساری فی شرح البخاری"

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بار بار یہ فرمایا کرتے تھے کہ اب تو ایک یا دو سال کا مہمان ہوں۔ یہ جملہ دل و دماغ پر بجلی بن کر گرتا تھا گزشتہ سال رمضان سے کئی مہینے پہلے حضرت نے اس طرح کا مایوس کن جملہ فرمایا تو بندہ نے عرض کیا حضرت تقریباً ہر نماز کے بعد یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی آپ کو سو سال سے متجاوز عمر عطا فرمائے اور جب تک

بخاری شریف پر کام ہو رہا ہے اللہ آپ کو خوب صحت و عافیت عطا فرمائے اور کام کی تکمیل فرمائے، اس بات پر حضرتؒ مسکرائے تو پھر بندہ کو ہمت ہوئی اور آگے کلام جاری کرتے ہوئے حضرتؒ سے درخواست کی کہ حضرتؒ کام کہاں تک ہوا ہے حضرت نے فرمایا کتاب الحج تک ہو چکا ہے، میں نے کہا الحمدللہ چھ پارے بخاری کے ہو چکے ہیں تو اس کو طباعت کرادیں اور کہیں تو میں ایک کمپیوٹر لا کر کمرہ میں دیدیتا ہوں اور کمپوز کرنے والے یہیں آکر کتابت کردیا کریں گے اس پر حضرتؒ نے فرمایا نہیں یہ جو کام کر رہے ہیں مولوی محمد لندنی یہ کمپوز بھی کرتے جارہے ہیں میں نے کہا تب تو بہت اچھا اس پر حضرت نے فرمایا ارے یہ چیز ہی عجیب ہے ایسے لڑکے آج تک نہیں ملے ہیں میں نے کہا حضرت یہ آئندہ سال آئیں گے کہ نہیں اس پر حضرت نے فرمایا معلوم نہیں ان کا کیا ارادہ ہے بچوں فارغ ہونے کے بعد ہر ایک کا اپنا اپنا کام ہوتا ہے میں نے کہا حضرت جب یہ کام کے لڑکے ہیں تو ان کو روکا جائے اور تنخواہ دینی پڑے تو تنخواہ کا بھی انتظام انشاء اللہ ہو جائیگا، اس پر حضرت نے فرمایا نہیں یہ تو کچھ نہیں لیتے ہیں اور لینے کیلئے تیار بھی نہیں ہونگے۔ پھر میں نے ہمت کر کے کہا حضرت جب اتنے پارے پر سب کام مکمل ہو گیا ہے تو طباعت کرادی جائے انشاء اللہ طباعت کا انتظام ہو جائیگا اس پر حضرتؒ نے فرمایا ابھی کام اور ہونے تو دو۔

پھر میں نے مولوی محمد صاحب لندنی سے کہا کہ بھائی حضرتؒ آپ کو بہت چاہتے ہیں آئندہ آنا انہوں نے ان شاء اللہ کہا، اس کا تذکرہ اپنے مخلص دوست حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالرشید صاحب متالا مدظلہ

مہتمم جامعہ معہد الرشید چپاٹا زامبیا سے بات کرتے ہوئے یوں کہا کہ جس وقت میں حضرتؒ سے یہ درخواست کرر ہا تھا اس وقت میں نے نیت کرلی تھی کہ اگر حضرتؒ نے طباعت کی اجازت دیدی تو اس کے صرفہ کا انتظام آپ ہی کے اوپر ڈالوں گا اس پر حضرت مولانا عبد الرشید صاحب نے جزاک اللہ کہتے ہوئے خوشی سے فرمایا بالکل صحیح بات ہے میں طباعت کرواؤنگا ان شاء اللہ اور بات تو میں پہلے ہی سے سوچ رہا تھا کہ سعادت مل جائے مگر ہمت نہیں ہورہی تھی میں نے کہا حضرت آپ کو چاہتے بھی تو اتنے ہی ہیں، آپ خود سے بات کیجئے شاید حضرتؒ آپ کو اجازت دیدیں، انہوں نے کہا کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں حاضر ہوکر آمنے سامنے درخواست کرونگا، لیکن انسان کا ہر ارادہ کامیاب نہیں ہوتا، حضرت مولانا عبد الرشید صاحب کا حضرت شیخؒ کی خدمت میں پہونچنے سے قبل حضرت اقدس مولانا محمد ایوب صاحب سورتی دامت برکاتہم نے ،، النبر اس الساری،، کی پہلی جلد طباعت کرالی تھی لیکن آسانی سے نہیں بلکہ حضرت مولانا عبد الرشید صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت مولانا سورتی صاحب حضرت شیخؒ کے بتائے ہوئے حوالہ کیطرف پوری گہرائی کیساتھ مراجعت کر کے خوب تحقیق وترتیب کیساتھ منقح کر کے حضرت شیخؒ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے طباعت کی اجازت لیتے مگر حضرتؒ دیکھکر کاٹ چھانٹ کر کے طباعت سے روک دیتے کہ نہیں بھائی مجھے ابھی شرح صدر نہیں ہورہا ہے، پھر حضرت مولانا سورتی صاحب از سر نو محنت کر کے لاتے اور ہمارے حضرت شیخؒ اسی طرح پھر منع فرمادیتے اسیطرح کئی مرتبہ واقعہ پیش آیا (تقریبا دسیوں مرتبہ منع فرمایا) اخیر مرحلہ میں بھی حضرت شیخؒ نے منع فرمایا تھا مگر مولانا

سورتی صاحب نے خوب تحقیق و مراجعت کے بعد طباعت کرائی اور حضرت کی خدمت میں پیش فرمادیا خیران کو حق بھی ہے کہ طباعت کرائے کیونکہ ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی رموز و مزاج سے یہ واقف ہیں پہلے بھی حضرت کی دوسری کتابیں ان کی محنت سے وجود پزیر ہوئیں ہیں، اللہ تعالی حضرتؒ کی دیگر تمام درسی و غیر درسی علمی کاوشوں کو پائے تکمیل تک پہونچا کر علماء امت کو ان سے مستفیض ہونیکا موقع نصیب فرمائے آمین۔

ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کا عشق رسولﷺ

مرتبۂ عشق، عقیدت و محبت سے آگے اور بلند تر ہے، آج تو ہر کس و ناکس مدعی بنا ہوا ہے اور نعرہ دار بھی ہے کہ ہم عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر عشق کی صحیح علامت یہ ہے کہ جس قدر کسی شخص کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے عشق ہوگا اسی قدر رسالت مآبﷺ کی سنت کی اتباع میں کامل ہوگا، اپنی زندگی کے ہر پہلو، ہر قول و فعل اور حرکات و سکنات کو آقاء مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بنانیکی جد و جہد کریگا، محبت کے ساتھ اسوۂ حسنہ کی پیروی کریگا، ارشاد ربانی ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اس آیت شریفہ میں بندہ کا اللہ سے محبت اور اللہ تعالی کا اپنے بندے سے محبت کی علامت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو قرار دیا ہے۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لایومن احدکم حتی یکون

هواه تبعا لما جئت به یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہوسکتا تا آنکہ اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے طریقہ (شریعت) کے تابع نہ ہو جائے۔

محبان رسولؐ اور سچے عاشق ومحبّ کی علامت یہ ہے کہ اپنی زندگی کے ہر پہلو کو سنت رسولؐ سے منور کئے ہوئے ہو، جو بھی کام کرے یہ خیال کرتے ہوئے کرے کہ میرا یہ عمل میرے آقاء مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف تو نہیں ہو رہا ہے۔

امام ربانی حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی معارف بیان کرے یا مکاشفات بیان کرے یا دوسرے عالم کی اونچی اونچی چیزیں بیان کرے ان کی وہ حیثیت نہیں ہے جو ایک معمولی چیز کی ہے جو سنت کے مطابق ہو، مثلاً استنجاء کرے سنت کے مطابق اس کی جو حیثیت ہے وہ اونچے سے اونچے معارف کی نہیں، اسی وجہ سے ہمارے دیوبند وسہارنپور کے تمام مشائخ رحمہم اللہ شریعت وسنت کے سخت پابند اور پیروکار تھے، اس سلسلہ کا ہر شخص تقریباً ولی کامل تھا، اسی سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی ہمارے مرشد ومربی، شیخ العرب والعجم، محدث کبیر، امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت جونپوریؒ بھی تھے، آپ کی صبح وشام تک کا ہر عمل خورد ونوش، نوم ویقظ، بول وبراز، خاموشی وگفتاری، حرکت وسکون، راحت ومحنت نماز وتلاوت، ذکر واذکار، علمی انہاک ہو یا عبادتی اشتغال حالت جلال ہو یا حالت جمال الغرض زندگی کا ہر گوشہ شریعت وسنت کے بالکل عین موافق اور ہم آہنگ تھا، یہ سب ثمرہ تھا حبّ اللہ اور حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جس نے ہمارے شیخ جونپوریؒ کو سنت کا ایسا دلدادہ وجانثار وشیدائی اور عاشق زار بنا رکھا تھا کہ آپ کے ہر ہر بال اور ہر روش سے بطحائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی

ہر ہر ادا پر شیفتگی ٹپکتی تھی، اور آپ کا ہر بن مو گویا زبان بنا ہوا تھا جس سے بجز اتباع شریعت کی آواز کے دوسری کوئی صدا نکلتی ہی نہیں تھی، آپ محبت رسول اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جام سے اس درجہ سرشار تھے کہ ہر ہر عضو سے **ففروا الی اللہ** کا اثر اور **فاتبعونی یحببکم اللہ** کا عکس نمایا ہوتا تھا، آپ کو اس جاں فروش عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ ایسی لذت ہی مل گئی تھی کہ زندگی کا ہر لمحہ اسی میں محو اور فنا فی الرسول میں ہر لحظہ ترقی من الادنی الی الاعلی پر رواں دواں تھے، آپ اپنا ہر کچھ اتباع رسولؐ اور حب رسولؐ میں مٹا چکے تھے، آپ کی زبان تکلم کرنے سے قبل سوچتی تھی کہ یہ خلاف سنت تو نہیں، آپ کی آنکھیں کسی چیز کو دیکھیں اس سے قبل تدبر کرتی تھیں کہ یہ آقاء مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کار کے موافق ہے یا مخالف، چنانچہ شریعت وسنت کا ایک پیمانہ بنایا جائے اور اس کی ایک کسوٹی تیار کی جائے اور ہمارے شیخؒ کی زندگی کو اس میں رکھا جائے تو بالکل منطبق اور فٹ نظر آتی ہے آپ کے تلامذہ ، ومسترشدین و متعلقین اور آپ کی روحانی مجلسوں میں حاضر ہونے والوں کی تعداد تقریباً لاکھوں تک پہونچ گئی ہوگی، ان میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں کہہ سکتا کہ فلاں کام آپ کا خلاف سنت یا آداب شریعت کی چہار دیواری سے باہر نکل گیا تھا، اتباع شریعت وسنت آپ کی ایسی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی کہ غفلت سے بھی کوئی کام خلاف سنت صادر نہیں ہوتا تھا، شریعت پر استقامت اور سنت پر مداومت آپ کو اس درجہ حاصل تھی کہ بلا عذر شرعی بھول کر بھی کوئی سنت ترک کرنیکا آپ کی طبیعت نے گوارہ نہیں کیا، بلکہ جب سے اس راہ سلوک میں قدم رکھا آپ سے خطاً اور سہواً بھی ترک سنت و ادب یا ارتکاب مکروہ نہیں ہوا، آپ رات و دن کے آٹھوں پہر علمی انہماک میں

منہمک رہتے یا اشتغال بالعبادات میں مشغول نظر آتے یا خلائق خدا کی نفع رسانی اور تزکیۂ نفوس میں مصروف نظر آتے تھے۔

میری زندگی کا حاصل میری زیست کا سہارا
تیری عاشقی میں مرنا تیری عاشقی میں جینا

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مہمان نوازی

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اندرون ملک اور بیرون ملک کے مہمانان عظام بکثرت وارد ہوتے رہتے تھے، آپ ان کی خاطر و مدارات اور ان کی دلجوئی اور نفع رسانی میں اپنے سونے سے زیادہ قیمتی اوقات کو سنت سمجھ کر رضاء الٰہی کیلئے صرف فرماتے تھے۔

آپ کے پاس کھانے پینے کی جتنی بھی چیزیں (قسم قسم کی مٹھائیاں اور پھل فروٹ وغیرہ) آتے رہتے سب کو ترتیب وار آنیوالے مہمانوں کے فرق مراتب کے ساتھ پیش فرماتے رہتے، مہمانوں کی بڑی فکر رہتی تھی خدام کو بار بار طلب کر کے تاکیدی طور سے کھانا تیار کرنے کو فرماتے رہتے اور مہمانوں کی مہمان نوازی سے آپ کی طبیعت حشاش وبشاش ہو جاتی۔

ایک مرتبہ کوئی مہمان آیا تو حضرت نے اپنے خادم مفتی محمد ہاشم کانپوری کو طلب فرمایا میں ہاشم بھائی کو بلا لایا، حضرت نے مہمان کے انتظام سے متعلق حکم فرمایا، پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بھائی مہمان کی میزبانی سنت سمجھ کر کرنی چاہئے

، مطلب نکالنے کیلئے نہیں۔

بہر حال حضرت کا سیدھا سادا اور درویشی دسترخوان پر خالص حلال وروحانیت سے لبریز کھانے میں جو لذت اور راحت ملتی تھی مالداروں کے شاہی دسترخوانوں پر چنیدہ اور عمدہ غذاؤں میں وہ لطف اندوزی حاصل نہیں ہو سکتی، آپ کے خوان فقیری پر خوشہ چینی کرنیوالوں کو جو لذت حاصل ہوئی وہ آج تک اس کی شیرینی محسوس کر رہے ہیں بلکہ بطور فخر کے بیان کر رہے ہیں کہ ہم نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دسترخوان پر بیٹھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

کون سی خوبی پہ جاں دوں کس ادا پر مر مٹوں
خوبیاں لاکھوں بھری ہیں آپ کی تصویر میں

ہمارے حضرت شیخؒ کا درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور لگاؤ

یاایھا الذین آمنوا صلو علیه وسلموا تسلیماً یہ قرآنی آیت باری تعالیٰ کا ایک امر ہے اور بندوں کو اس بات کا مکلّف بنایا گیا ہے کہ اپنے محسن، اپنے آقا اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود وسلام پڑھو اور اس امر کے امتثال کا موقع جس قدر حدیث کے پڑھنے پڑھانیوالوں کو میسر ہوتا ہے شاید ہی کسی اور کو نصیب ہو چونکہ محدثین کا مطمحِ نظر ہی **قال الرسول صلی اللہ علیه وسلم** ہے خواہ تدریساً ہو یا مطالعۃً اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ایک محبّ اور ایک عاشق کیلئے مناسب یہی ہے کہ نہایت کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھے اور اسکا بہت اہتمام ومداومت کرے اسلئے کہ کثرت درود حبّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات میں سے ہے **فمن**

احب شیئا اکثر من ذکرہ جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اسکا تذکرہ بکثرت کرتا رہتا ہے۔

اور دوسری بات یہ کہ اللہ جل شانہ نے ہمیں محسن کے احسانات کے بدلہ دینے کا حکم دیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی محسن اعظم نہیں اور ہم چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کے بدلہ سے عاجز تھے اسلئے اللہ نے ہمارے عجز کو دیکھ کر اس کی مکافات کا طریقہ بتا دیا کہ درود پڑھا جائے اور کثرت سے پڑھا جائے۔

قطب الاقطاب حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ نے فضائل اعمال میں درود کے تحت ایک قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ علامہ سخاویؒ نے امام زین العابدین سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنت والجماعت ہونے کی علامت ہے۔

اسی لئے ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ بکثرت درود شریف پڑھا کرتے تھے ایک وجہ اس کی یہ تھی کہ ہمارے حضرت شیخؒ کا مشغلہ اور مقصود اصلی اشتغال بالحدیث تھا اور احادیث کی چھان پھٹک میں لگے رہتے تھے، آمدورفت، نشست وبرخاست، حالت نوم وحالت یقظ میں آپ کا ایک واحد عمل تھا، اور ظاہر ہے کہ جو شب وروز قال اللہ وقال الرسول ﷺ کا نغمہ گنگنا تا رہے اور سینکڑوں اور ہزاروں مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آنکھوں سے گذرتا رہے اور ایک محدث کے سامنے سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی گذرے اور وہ درود نہ پڑھے ایسا ہو بھی نہیں سکتا اور اگر چہ وہ درود چھوٹا ہوتا ہے لیکن ہے درود ہی اور فضیلت میں متحد ہے۔

اسلئے ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ خود بھی پڑھتے تھے اور اپنی مجلس میں حاضر ہونے والے لوگوں کو بھی درود ہی پڑھنے کا حکم فرماتے تھے بلکہ عصر کے بعد کی مجلس تو مجلس درود

ہی ہوتی تھی اور بار بار یہ فرماتے تھے کہ اللہ کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق سمجھ کر درود پڑھو اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھو۔

ایک مرتبہ مجھے کعبۃ اللہ کی زیارت کا اتفاق ہوا تو روانگی سے قبل میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض گذار ہوا کہ حضرت مجھ نا اہل کو کچھ نصیحت گوش گذار فرما دیجئے تو حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ جب تمہاری حاضری وہاں ہو اور حرم مکہ کے قرب و جوار میں رہو تو کثرت سے قرآن کی تلاوت کرو اور جب مدینہ منورہ یا اسکے گرد و پیش میں رہو تو درود شریف میں مواظبت اختیار کرو۔

ایک مرتبہ ایک صاحب حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ حضرت ہمارے یہاں نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پروگرام ہے تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پروگرام مت کیا کرو اس سے بدعت کی بو آتی ہے اسکی جگہ درود شریف پڑھوا لیا کرو۔

ایک مرتبہ کا ایک اور واقعہ ہے کہ ہمارے حضرت ناظم صاحب کے والد محترم حضرت مولانا محمد اطہر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے انگوٹھے میں ایک زخم ہوگیا تو چونکہ ہمارے حضرت شیخؒ اور حضرت مولانا محمد اطہر صاحب نور اللہ مرقدہما دونوں آپس میں بہت بیباک دوست تھے اسلئے حضرت مولانا محمد اطہر صاحبؒ نے اپنی اس پریشانی کا تذکرہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کثرت سے درود شریف پڑھو، اس پر حضرت مولانا محمد اطہر صاحبؒ (یہ بھی سچے عاشق رسول تھے) نے فرمایا کہ میں اپنے زخم کا علاج درود شریف کے ذریعہ کروں یہ نہیں ہوسکتا، میں تو درود شریف آقاء صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں پڑھوں گا، اور پھر زخم کی مرہم پٹی کروالی اور دو تین دن کے بعد جب زخم ٹھیک ہوگیا تو پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا

کہ دو تین دن قبل میں نے پٹی کروالی اور آج زخم ٹھیک ہو گیا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی اطہر یہ پٹی کا کمال نہیں ہے یہ تمہاری آقاء صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عظمت درود کا کمال ہے۔

ان سب فرامین سے آپ کا آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال عشق کا اندازہ ہوتا ہے میں نے اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر جتنا درود کا شوق و عشق دیکھا کسی میں ایسا نہیں پایا آپ ہر وقت جب بھی مطالعہ وغیرہ سے فارغ ہوتے درود کا ورد کرتے اور دوسرے سے بھی کہتے۔

اللہ آپ کو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کے کشف و کرامات

اصل میں کرامت اس خرق عادت امر کا نام ہے جو متبع سنت، کامل التقویٰ مؤمن سے صادر ہو، خواہ صاحب کرامت کو اس کا علم ہو یا نہ ہو، خرق عادت شئی کے اظہار میں قصد و ارادہ ہو یا نہ ہو، کرامت کی دو قسمیں ہیں ایک حسی، دوسری معنوی، عوام چونکہ حسی کو جانتے ہیں اسی کو کمال شمار کرتے ہیں اسلئے وہ صرف اسی کو کرامت سمجھتے ہیں جو ظاہر امور میں ہوں جو قانون عادت سے خارج اور صورۃً عجیب ہیں مثلاً کسی کے مافی الضمیر پر مطلع ہو جانا، پانی پر چلنا، ہوا پر اُڑنا وغیرہ۔

لیکن علماء اہل دل، صلحاء امت کے نزدیک اصل کرامت، کرامت معنوی ہے جس کو امتیاز کے لئے کمال کے عنوان سے تعبیر کر دیا جاتا ہے جیسے شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا خوگر ہو جانا، نیک کاموں کا بے تکلف صادر ہو جانا اور کوئی سانس غفلت میں نہ

گذرے یہ کرامت وہ کرامت ہے جس میں استدراج نہیں اور یہ وہ یکتائی ہے جس کا کوئی ساجھی نہیں۔

(تذکرۃ الرشید ص:۲۰)

لیکن ہمارے علماء اہل سنت اور اکابر دیوبند وسہارنپور حسی کشف وکرامات کو بھی برحق جانتے ہیں کہ انکا صدور بھی اہل کمال سے ہوتا ہے، ریاضت ومجاہدے کے ذریعہ بصیرت وبصارت میں لطافت اور تیزی آجاتی ہے اور اسرار کونیہ کا ادراک کر لیتے ہیں، مگر ہمارے اکابر دیوبند وسہارنپور ولایت کا انحصار اس پر نہیں سمجھتے ہیں، یہ ہی وجہ تھی کہ اکثر حضرات صاحب کشف وکرامات ہونے کے باوجود اس قسم کی چیزوں کا بہت اخفاء کرتے تھے، کیونکہ عوام اس طرح کے قصوں ہی کو بزرگی سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

اسی طرح ہمارے مربی، ومرشد، حضرت شیخ جونپوریؒ صاحب کشف وکرامات تھے، بلکہ اس سلسلے میں تو آپ کی شہرت تھی مگر بتکلف آپ حسی کرامت کو چھپاتے تھے، لیکن بلا اختیار کبھی کبھار اسکا اظہار ہو ہی جاتا تھا، بندہ (سبحانی) نے خود چند مواقع پر اسکا مشاہدہ کیا ہے، میں نمونے کے طور پر کچھ تحریر کر رہا ہوں:

(۱) بندہ دورۂ حدیث شریف کا متعلم تھا صبح کا آخری گھنٹہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کا ہی تھا، فراغت درس کے بعد میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے حجرے میں حاضر ہوا تو حضرت کی خدمت میں بنگال کے ایک طالب علم تھے جو میرے شریک درس تھے اور بے ریش خوبصورت تھے، تو اس بندۂ ناپاک کے دل میں معمولی سی کھٹک محسوس ہوئی کہ حضرت بے ریش سے خدمت کیوں لیتے ہیں، یہ خیال آتے ہی حضرت نے مجھے بڑے زوردار انداز میں زجروتوبیخ کی کہ تم سوچتے ہو کہ میں کسی کی خوبصورتی کیوجہ سے خدمت لیتا ہوں بلکہ صدق قلب کیوجہ سے کوئی کام لیتا ہوں اس پر بندہ کو بڑی شرمندگی ہوئی

اور میں پسینہ پسینہ ہوگیا اور دربار خداوندی میں توبہ و استغفار کیا، بعد میں وہ میرے ساتھی محترم محنت ومجاہدے کے ذریعہ بہت آگے نکل گئے، اور حضرت کے مجاز بھی بنے، اور اللہ تعالی ان سے ان کے علاقہ میں کام لے رہا ہے، وہ ہیں ہمارے مخلص دوست مولانا صدیق اللہ صاحب ۲۴/ پرگنہ۔

(۲) دوسال قبل کی بات ہے بندہ کے قائم کردہ ادارہ جامعۃ الفلاح فاربس گنج بہار میں کسی کام کیوجہ سے مدرسے میں پیسے کی سخت ضرورت تھی، اس کی فکر احقر کو دامن گیر تھی، اسی حالت میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بعد العصر کی مجلس میں حاضر ہوا اور مجلس میں بیٹھ کر اسی فکر میں محو تھا کہ اے اللہ کیا کروں، پیسے کا کہاں سے انتظام ہوگا، پیسے کہاں سے آئیں گے، تو اسی وقت حضرت شیخؒ نے مجلس میں فرمایا کہ بعض لوگوں کے دل ودماغ میں یہ فکر سوار رہتی ہے کہ پیسے کہاں سے آئیں گے، ارے بھائی پیسے آئیں گے آہستہ آہستہ آئیں گے۔

(۳) بیرون ملک میں ہمارے ایک مخلص دوست ہیں جن سے روحانی، اور دیگر راحتیں بھی حاصل ہوتی ہیں، دوتین روز سے ان کو مسلسل فون ملا رہا تھا وہ فون ریسیو (اٹھا) نہیں کررہے تھے تو تھوڑا ذہن پریشان اور تخیل کا شکار تھا، کہ کیا بات پیش آگئی کیوں وہ ناراض ہوگئے کہ فون نہیں اٹھا رہے ہیں، اسی حالت میں بعد العصر کی مجلس میں بندہ حاضر ہوا اور وہاں بھی اسی سوچ میں مبتلا تھا تو حضرت نے فرمایا جس دوستی میں خلوص ہوتا ہے اس میں پائداری ہوتی ہے اس پر بندہ کو تنبیہ ہوئی تو بعد المغرب اللہ سے توبہ کی اور خدا کے حضور دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سارے تعلقات کو اپنی رضا کے لئے بنا، سب کچھ میں اخلاص عطا فرما۔

اسکے بعد ہمارے اس دوست کا فون خود بخود آ گیا کہ مفتی صاحب میں دو تین روز سے ملک کے باہر دوسری کنٹری میں تھا اور گاڑی چلا رہا تھا اسلئے فون ریسیو نہ کر سکا میں معذرت خواہ ہوں پھر اطمینان قلب ہوا۔

ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کی مجلس

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج ہمیشہ سے یکسو اور خلوت نشینی کا تھا، کتب بینی اور مطالعہ میں ہمیشہ منہمک رہتے تھے، اس سے فراغت پر ذکر خفی لسانی اور بسا اوقات ذکر قلبی میں مست رہتے، قلت کلام اور انہماک مطالعہ بعدہٗ ذکر لسانی و قلبی کی کثرت کا مصداق اتباع سنت کے حدود میں رہ کر آپ کے برابر کسی دوسرے میں شاید کسی نے کبھی دیکھا ہوگا اسلئے مجلسیں آپ کے پاس کم لگتی تھیں، صرف دو وقت اذن عام کیساتھ مجلس ہوتی تھی، ایک مجلس بعد الفجر، اسمیں آپ کے مریدین، مسترشدین اور متعلقین طلباء کے علاوہ باہر سے آنیوالے واردین وصادرین کا مجمع ہوتا تھا، اور اشراق تک ذکر بالجہر اور بالسر میں لوگ مشغول رہتے، اشراق کا وقت ہوتے ہی آپ اطمینان سے چار رکعت نماز پڑھ کر کچھ خاص لوگوں سے کچھ گفت وشنید کر کے فوراً مطالعہ کتب میں مشغول ہو جاتے، پھر کسی کی ہمت ہی نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے قریب بھی پھٹک جائے، دوسری مجلس بعد العصر ہوا کرتی تھی، اس میں آپ خود بھی اور حاضر ہونیوالے سب کو درود شریف پڑھنے کی تلقین فرماتے۔

آپ کی مبارک مجلس سرور کائنات، آقاء دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی محفل کا نمونہ تھی، اکثر اوقات مجلس میں موجود حاضرین پر سکتہ طاری رہتا، سب مل، جوڑ کر

سر جھکائے ذکر خفی میں مشغول رہتے **کأنّ علی رؤسھم الطیور** کا عکس جمیل نظر آتا، آپ کی مجلس انوار و برکات سے معمور اور شر و فساد سے بالکل دور نظر آتی تھی، شور و غل سے پاک ہوتی تھی، ہر کس و ناکس کو کچھ بولنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، بسا اوقات کچھ خاص لوگ وارد ہوتے یا کوئی آپ کے مقربین میں سے تشریف لاتے اور آپ سے استفسار کرتے تو آپ کچھ ارشاد فرماتے تو ہر شخص آپ کی طرف ہمہ گوش متوجہ ہو کر سننے لگتا، آپ کی مجلس میں آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کی تحقیق و تدقیق اور توضیح ہوتی یا مسائل فقہیہ کا ذکر ہوتا، گاہ بگاہ آپ کسی کے سوال کئے بغیر خود ہی مسئلہ تصوف و علماء ربانیین اور علماء صالحین کے لطائف اور قصے سناتے تھے، جس سے مجلس کا لطف دوبالا ہو جاتا تھا کبھی کبھی اپنے خاص شاگرد اور خادم کو چھیڑ کر ہنساتے تھے، جس سے لوگ بہت لطف اندوز ہوتے تھے۔

آپ کسی کی ہجو اور غیبت کبھی بھی نہیں کرتے تھے بلکہ اگر کوئی کسی پر تنز کرتا تو فوراً ڈانٹ دیتے تھے، غیبت اور چغل خوری تو دور کی بات بلکہ جس گفتگو سے کوئی دینی نفع حاصل نہ ہو اسکا سننا بھی آپ کو گوارہ نہ تھا، جب کوئی شخص آپ سے سوال کرتا یا کوئی بات کہتا اور اس میں ضرورت سے زائد تقریر ہوتی تو آپ اسکو روک دیتے لغو اور فضول گوئی سے آپ کو کمال درجہ نفرت تھی، ذکر اللہ اور کام آنیوالے مشاغل کے علاوہ دیگر جھگڑوں میں مشغول ہونا اپنے مریدین اور خدام کا بھی آپ کو پسند نہیں تھا۔

ایک مرتبہ بندہ (سبحانی) سے مخاطب ہو کر فرمایا کوثر ایک شخص تھا جو مجھ سے تعلق رکھتا تھا لیکن بعد میں وہ کسی جھگڑے میں مبتلا ہو کر میرے پاس آیا اور غیبت شروع کر دی تو میں نے اس سے اپنا تعلق ختم کر لیا۔

ہمارے حضرت شیخؒ کا زہد وتوکل

ہمارے حضرت شیخؒ اسوہ نبی میں پورے طور سے ڈھلے ہوئے قرنِ اول کے اصحابِ صفہ کا نمونہ تھے، صفاتِ صحابہ اعمقهم علماً، اقلهم تکلفا وابرهم قلوباً کے پورے مصداق تھے آپکی پوری زندگی زاہدانہ وفقیرانہ گذری، دنیا سے بے رغبتی اور خالص آخرت کی فکر وتڑپ نے انہیں ربانی ماحول میں صحیح سوچنے، حق بولنے اور راہ حق پر چلنے کی وہ بلندی عطا کردی تھی جس سے انسان کا ہر ہر عضو اللہ ہی کے لئے ہوجاتا ہے آپ اپنے روحانی عروج اور قوتِ پرواز کو ان ساری چیزوں سے بوجھل نہ ہونے دیتے تھے دنیاوی تمام جھمیلوں سے دور اخروی منزل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس حقیر دنیا سے اس طرح گذر رہے تھے کہ کن فی الدنیا کأ نک غریب کے پورے مصداق بنے ہوئے تھے آپ کی زہد وقناعت کی بے شمار مثالیں ہیں جس سے ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے جن میں سے چند بطور نمونہ کے پیش ہیں۔

(۱) بندہ (سبحانی) جب مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھا تو کہیں سے ایک شخص آیا اور انہوں نے ایک خطیر رقم بطور ہدیہ کے پیش کی مگر حضرتؒ نے منع فرمادیا اس نے بہت خوشامد کی مگر حضرت لینے کے لئے تیار نہیں ہوئے (کیونکہ ہمارے حضرت ہر نا آشنا کا ہدیہ قبول نہیں فرماتے) بالآخر وہ شخص سہارنپور سے چلا گیا اور دہلی جا کر منی آرڈر کے ذریعہ بھیج دیا تو اب حضرتؒ نے اللہ کی نعمتِ غیر مترقبہ سمجھ کر وصول کرلیا۔

(۲) ہمارے حضرتؒ ہدایا قبول بھی فرماتے تو اپنی ذاتی ضرورتوں پر پورے خرچ نہیں کرتے بلکہ دونوں مظاہر علوم اور دیگر مدارس میں بھیج کر رسید کٹوادیا کرتے تھے ایک مرتبہ مدرسۃ الشیخ یونسؒ لتحفیظ القرآن (جسکو حضرت شیخؒ نے ہی زمین خرید کر

اس پر عمارت بنوائی اور پھر مدرسہ مظاہر علوم قدیم کو وقف کیا تھا) میں پہلی مرتبہ سہارنپور شہر ہی کا ایک بچہ حفظ قرآن مکمل کیا تو ان کے والد اور انکے اساتذہ نے حفظ کی تکمیل کی دعا کرانے کے لئے مظاہر علوم کے چند اساتذہ کو لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا ''کہاں حفظ مکمل کیا'' تو اس بچے کے استاذ نے کہا '' آپ ہی کے مدرسۃ الشیخ یونسؒ میں'' تو حضرت نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا ''میرے نام سے اس کا کیا تعلق میں نے مدرسہ قدیم کی بہت دنوں تنخواہ کھائی تھی اس کے عوض میں، میں نے تھوڑے تھوڑے پیسے جمع کر کے زمین خرید کر مکان بنوایا اور مدرسہ قدیم کو دے دیا، میں نے جتنا لیا تھا وہ واپس کیا''

(۳) ایک مرتبہ صبح کو حضرت کی خدمت میں ہمارے مشفق دوست حضرت مولانا عبدالرشید صاحب مہتمم جامعہ معہد الرشید چیپاٹا زامبیا (افریقہ) اور مولوی اشرف صاحب بنگال اور اس ناچیز کے علاوہ اور بھی لوگ حاضر تھے باتوں ہی باتوں میں حضرت نے فرمایا ''مجھے ایک قرض نے بہت پریشان کر رکھا ہے واقعہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے مجھے پچیس ہزار روپئے دئے تھے میں نے ہدیہ سمجھ کر مہمانوں پر خرچ کر دیا چار مہینے بعد وہ آدمی آیا اور کہنے لگا کہ وہ تو زکوۃ کی رقم تھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کہنا چاہئے تھا میں نے اسکو خرچ کر دیا اب اسکی ادائیگی کی فکر ہے بعد میں میرے ایک دوست نے اس کے لئے بڑی رقم پیش کر دی (جس کا علم مجھے ہو گیا تھا) حضرت نے اس رقم کو زکوۃ کے عوض خرچ کر دیا اس کے بعد تو شبہ کو دور کرنے کے لئے حضرتؒ نے اپنی بہت ساری رقومات اس زکوٰۃ کے بدلے میں خرچ فرمادی، حضرت مولانا مفتی محمد شبیر صاحب استاذِ حدیث دار العلوم بری

(یوکے) نے مظاہر علوم جدید کے تعزیتی جلسہ میں فرمایا کہ میرے علم میں ہے کہ کئی لاکھ روپئے آپ خرچ کر چکے ہیں لیکن پھر بھی تسلی نہیں ہو پا رہی تھی حضرت مولانا محمد حنیف صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ (گجرات) نے فرمایا کہ ڈھائی لاکھ روپئے تو خود میرے ہاتھوں سے اس مد میں خرچ فرما چکے ہیں مزید فرماتے ہیں کہ میرا انداز کے مطابق چھ لاکھ سے زائد دے چکے تھے پھر بھی حضرت شیخ کو اطمینان نہیں ہو رہا تھا اور مولانا حنیف صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ جب حضرت تیسرے سال بیمار ہوئے تو ابو بکر بن لادن جو مکہ و مدینہ کا کانٹریکٹر (contracter) ہے آپ کی عیادت کے لئے حاضر ہوا ورایک تھیلی پیش کردی، ہمارے حضرتؒ نے فرمایا کہ اس میں کیا ہے تو مولانا محمد یونس راندیرا (جو مدینہ اور مکہ میں آپ کے خادمِ خاص تھے) نے فرمایا ”حضرت اس میں سونا ہے“ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میں کیا کروں گا اس کو لیجا کر مارکیٹ میں بیچ دو اور اسکی رقم مسجد نبوی ﷺ میں جو تحفیظ القرآن کی درسگاہ لگتی ہے اس میں تقسیم کردو“ آپ نے اس میں سے اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھا یہی نہیں بلکہ جب بھی حرمین شریفین میں حاضری ہوتی تو جو بھی پیسے ہوتے سب کو مکہ اور مدینہ میں جو حفظ قرآن کی مجلسیں چلتی ہیں ان پر خرچ کر کے آتے۔

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے شادی کیوں نہیں کی

ہمارے شیخ رحمۃ اللہ علیہ تو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو نکاح کی سنت پر عمل کیوں نہیں فرمایا؟ یہ سوال ذہنوں میں گردش کرتا ہے اور لوگ طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرتے ہوئے وجوہات بیان کرتے ہیں کہ نکاح نہ کرنے کی یہ وجہ تھی، تو

کوئی کہتا ہے کہ یہ نہیں وہ وجہ تھی اور حضرتؒ سے پوچھنے کی ہمت کسی میں نہیں تھی، حالانکہ یہ سب بیکار سی باتیں ہیں۔

اصل وجہ یہ تھی کہ حضرتؒ بیمار بہت رہتے تھے اور اپنی زندگی پر کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ کب دنیا سے چلے جائیں، احقر سجانی ایک مرتبہ بیماری میں جھلسا ہوا حضرت سے روتے ہوئے عرض کیا، حضرت علاج پر علاج کیے جارہا ہوں صحت نہیں مل رہی ہے اور گھبراہٹ بہت ہے کچھ ہوگیا تو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں کیا ہوگا اس پر حضرت نے فرمایا بس کام میں لگے رہو چالیس سال سے یہی گمان کرتا ہوں کہ یہ آخری سال ہے۔

بہرحال بیماری کی وجہ سے آپ اپنی زندگی سے مایوس رہتے اور غالباً یہ خیال کرتے کہ شادی کرلوں گا اور دنیا سے چلا گیا تو اہلیہ کا کیا ہوگا، چنانچہ تقریباً ۳۵؍سال قبل تحریر فرماتے ہیں امراض کے تسلسل کی وجہ سے شادی کی ہمت ہی نہیں ہوئی اور اب بڑھاپا شروع ہوچکا ہے حدود خمسین کے آخری سالوں میں چل رہا ہوں، اب اپنی بیماری کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوتی ہے، مگر ہوتا کیا ہے وقت گزرگیا (ماخوذ الیواقیت الغالیہ ج۱ص: ۳۱)

ایک دلچسپ واقعہ سناتا چلوں تقریباً تیرہ ۱۳؍سال قبل کی بات ہے کہ ہمارے مربی ومحسن حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے احقر کو مدرسہ اشرف العلوم الور (راجستھان) میں تدریس کیلئے بھیجا تھا، دورۂ حدیث شریف کی چار اہم کتابیں (بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف) یہ حقیر ہی پڑھاتا تھا۔

ایک مرتبہ رات میں بہت سخت بیمار ہوگیا مسلسل قے ہورہی تھی، صبح میں حضرت شیخ

پالنپوری کے ساتھی حضرت مفتی جمال الدین صاحب ؒ مہتمم مدرسہ نے بہت ہی اچھے ہاسپیٹل میں ایڈمٹ کرادیا، جب ہاسپیٹل پہونچا تو ڈاکٹر نے کہا کہ اگر آدھا گھنٹہ اور نہ لاتے تو اسکا کام تمام ہوا ہوتا، خیر ہاسپیٹل کے روم میں فون لگا ہوا تھا گھنٹی بجی تو میں نے فون اُٹھایا اور سلام پیش کیا، فون پر کہنے والے کہہ رہے تھے وعلیکم السلام میں سعید احمد پالنپوری بول رہا ہوں سنتے ہی بندہ رونے لگا، اور عرض کیا حضرت بہت بیمار ہوں اس پر حضرت پالنپوری نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا گھبراؤ نہیں ابھی تم مروگے نہیں۔

☆☆☆

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں اور کچھ ہدایتیں

کون سنتا ہے کہانی میری ---- اور پھر وہ بھی زبانی میری

اس حقیر کو مظاہر علوم سہارنپور میں حاضری کا شوق

بندہ نے ابتدائی درجہ عربی اول، دوم کی تکمیل، مدرسہ مطلع العلوم کمن گڈھا بنارس میں کی وہاں رہتے ہوئے اپنے مؤقر استاذ محترم، مشفق و محسن، زاہد، شب زندہ دار، حضرت مولانا مفتی سفیان صاحب اعظمی (موجودہ شیخ الحدیث مطلع العلوم بنارس) سے برابر مظاہر علوم کے عظیم المرتبت حضرت شیخ الحدیث کا تذکرہ سنتا رہتا تھا، اور دل مچلتا رہتا تھا کہ کاش میں بھی سہارنپور میں ہوتا، دل ہی دل میں دعا بھی کرتا تھا، آخر کار سبب پیدا ہوا اور میں حاضر ہو گیا اور الحمد للہ یہیں سے فراغت پائی اور مختلف جگہوں میں تدریسی سفر کرتا ہوا پھر یہیں کا ہو گیا۔

وہ نقش پا کہ رہبر منزل کہیں جسے —— میرے لئے تو پاؤں کی زنجیر بن گیا

خیر تقریباً ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں مدرسہ مظاہر علوم قدیم میں، ہدایۃ النحو، کافیہ، نور الایضاح، قدوری، وغیرہ کتابوں میں یعنی غیر مرتّبہ جماعت میں داخلہ ہوا، اس وقت مظاہر علوم تقسیم ہو چکا تھا، اس وقت مظاہر علوم کی چلت پھرت میں بڑی بڑی عظیم شخصیات کی زیارت سے مشرف ہوتا رہتا تھا، جیسے استاذ الاساتذہ امام الفقہاء والمحدثین عظیم

المرتبت فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم وقف، لحیم وشحیم، عظیم الجثہ، حضرت علامہ رفیق بھینسانیؒ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم وقف، محدث ذی شان حضرت علامہ عثمان غنی رحمۃ اللہ علیہ، صاحب نصر الباری، امام النحو حضرت علامہ مولانا یامین صاحبؒ ناظم تعلیمات مظاہر علوم وقف، امام المیر اث حضرت مولانا وقار علی صاحبؒ وغیرہم کی عالی شخصیات خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں، مگر نظر ڈھونڈتی تھی اس ذات عالی کو جس کی عظمت شان کا تذکرہ اپنے استاذ سے برابر سن کر آیا تھا، تو طلباء نے بتایا کہ وہ تو تقسیم کے بعد دارِ جدید چلے گئے۔

ایک دن صبح کا چوتھا گھنٹہ پڑھ کر دار جدید گیا تو حضرت شیخ جونپوریؒ کا درس ہو رہا تھا، ہمت کر کے دارالحدیث کی چوکھٹ پر بیٹھ گیا، اور تھوڑا گھٹنے کے بل اوپر ہو کر حضرت کی زیارت کیلئے بیتاب ہو گیا، (کیونکہ بندہ سبحانی اس وقت چھوٹا سا تھا) دیکھتا کیا ہوں کہ بالکل سفید لباس میں منور اور کتابی صورت، نبوی سیرت، مؤمنانہ فراست کا مجسمہ، عظیم المرتبت، نرالی اور عالی شان محدث مسند حدیث پر جلوہ افروز ہو کر مائک کے سامنے، لسانی فصاحت، اور کلامی سلاست کے ساتھ علم حدیث کے بہتے دریا کا سماں پیش کر رہا ہے۔

اس روحانی مجلس میں ایک مقناطیسی کیفیت تھی جس نے مجھے اپنی طرف پورا جذب کر لیا تھا، تو میں کبھی حضرت کے نورانی چہرہ کی زیارت کرتا، اور کبھی اس مجلس میں بیٹھنے والے سعادتمندوں کو اُٹھ اُٹھ کر دیکھتا اور رشک کرتا اور خوب محظوظ ہوتا رہا، وہ کیا سعادت کی گھڑی تھی، اور میرا دل کس طرح باغ باغ ہوا جا رہا تھا اس کیفیت کو الفاظ میں لا ہی نہیں سکتا پھر تو بار بار اس مجلس میں حاضر ہوتا رہتا اور حضرت کی زیارت سے مشرف ہوتا رہتا۔

تجھ کو کرنے ہیں ہزاروں دشت طے
مضطرب تو پہلی ہی منزل میں ہے

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت

جلالین کے سال میں نے مظاہرعلوم دارجدید میں داخلہ لیا اور ہمت کرکے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ میں داخل ہوا، اورآپ کے خادم کے واسطے سے بیعت سے مشرف ہوگیا، حضرت نے چار، چارسوز کرسری عنایت فرمایا، پھرتو حضرتؒ کی مجلس میں فجراورعصر کے بعد حاضر ہوتا رہتا اورعشاء کے بعد بارہ بجے سبق کا مطالعہ کرکے حاضر ہوتا اورایک بجے شب تک تقریباً ایک گھنٹہ روز خدمت میں رہتا اور حضرت کے ملفوظات سے مستفیض ہوتا اور ہلکا پھلکا کام کا بھی موقع ڈھونڈ ڈھونڈ کر کرنیکی سعادت حاصل کرتا۔

حضرتؒ کی ڈانٹ ڈپٹ

حضرت کی خدمت میں رہنے والے جانتے ہیں کہ حضرت کے پاس رہنے والے کوکتنی کڑوی کسیلی باتیں سننے کوملتی تھیں، اورڈانٹ ڈپٹ کوکتنا سہنا پڑتا تھا، حضرتؒ کے سائے تربیت میں رہنا لوہے کے چنے چبانے کے مترادف تھا، اتنا سخت ڈانٹتے کہ شروع میں تودل ٹوٹ جاتا تھالیکن بعد میں عادی ہوگیا۔

ایک مرتبہ امتحان کی تیاری کی مشغولیت کی وجہ سے تقریباً ہفتہ دس روز سے حاضرنہیں ہوسکا تھا، اس عرصہ میں ہمارے استاذ حضرت مولانا مفتی سفیان صاحب اعظمی بنارس سے تشریف لے آئے، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا چلو! حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چلتے ہیں، دوپہر کا وقت تھا، حضرت شیخؒ الماریوں سے کتابیں اِدھر سے اُدھر کررہے تھے، پھرفرمایا کہ باہر سے ڈیسک لاؤ، بندہ جھٹ سے ڈیسک لیکر کمرہ میں داخل ہوا، ڈیسک کا کنارہ دروازے سے ٹکرا کرکھٹ پٹ کی آواز

پیدا ہوگئی اس پر حضرت نے جوڑانٹا واللہ! ابھی تک یاد ہے فرمایا تمہارے باپ کا دروازہ ہے اتنے قیمتی دروازے کو توڑ دو گے-کام کر کے دکھانا چاہتے ہو، اپنے استاذ کو دکھارہے ہو کہ میں بھی کام کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی سفیان صاحب سے مصافحہ کر کے اپنی جگہ بیٹھ گئے، بندہ مسکرا کر پیچھے بیٹھ گیا تو پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: اس کے ذہن میں تکبر بہت ہے، یہ بنتا بہت ہے، کئی دن سے غائب تھا آج تمہارے ساتھ حاضر ہو کر کام میں گھس گیا، تم کو دکھانا چاہتا ہے کہ میں بھی کام کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ پھر دوسری بات میں مشغول ہوگئے، اور پھر تیسری مرتبہ رخ کر کے پھر ڈانٹنے لگے، خیر مجلس ختم ہوگئی پھر حضرتؒ کے پاس سے ہم لوگ واپس آگئے بعد میں بندہ حضرت شیخؒ کے کمرے میں جا کر چپ چاپ بیٹھ گیا، حضرتؒ دیکھ کر مسکرائے اور بہت سارے خطوط دئے کہ اسکو ڈاکخانہ میں ڈال کر آؤ، پھر تو کیا تھا خوشی کے مارے نہ زمیں پر چل رہا تھا اور نہ آسماں پر بیچوں بیچ دوڑتا ہوا ڈاکخانہ جا رہا تھا۔

ایک مرتبہ بے سلیقہ کوئی کام، یا کوئی بات اس حقیر سے ہوگئی (بلکہ ابھی تک کسی طرح کا کوئی سلیقہ نہیں پیدا ہوا ہے) اس پر حضرتؒ بہت غصہ میں آگئے، اور ڈانٹتے ہوئے فرمایا بھگا، اس کتے کے بچے کو یہاں سے بندہ خود ہی اُٹھ کر بھاگ گیا قبل اس سے کہ کوئی لڑکا دھکا دیکر بھگائے، بعد میں عشاء کے بعد حاضر ہوا حضرتؒ کے بائیں جانب گاؤ تکیہ لگا رہتا تھا اور اس پر کئی کتابیں رکھی رہتی تھیں جس کی وجہ سے کچھ آڑ ہوجاتی تھی بندہ اسی کے قریب چھپ کر بیٹھ جاتا تھا، اور درود شریف وغیرہ پڑھتا رہتا تھا، حضرتؒ کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد حضرتؒ کے پاس جو ہدیہ میں فروٹ وغیرہ آتے تھے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کروا کر کسی طالب علم کو کہتے چھوٹی چمچی کے

ذریعہ سب کے منہ میں ڈالتے جاؤ۔

الغرض اس مرتبہ وہ طالب علم سب کے منہ میں ڈالتے ہوئے میرے قریب پہونچے تو حضرت نے مسکراتے ہوئے از راہِ محبت فرمایا بچو! یہ کتے کا بچہ، پلا ہے، مار دو تو کائیں کائیں کرتا بھاگ جاتا ہے پھر جب روٹی کا ٹکڑا دکھادو تو آجاتا ہے اسکے منہ میں دو چمچی ڈالدو اس پر احقر کو جو خوشی حاصل ہوئی کہہ نہیں سکتا، خوشی کے مارے رو پڑا۔

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو —— ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

حضرت کا زمانۂ طالب علمی میں احقر کو امام بخاری کہنا

ہمارے حضرت شیخ رحمہ اللہ اس ناکارہ کو دورۂ حدیث کے سال امام بخاری کہتے تھے، اور بندہ جب گجرات سے حضرتؒ کی خدمت میں خطوط ارسال کرتا تو نام لکھ کر یاددہانی کیلئے لکھ دیتا کہ میں وہ کوثر ہوں جس کو آپ امام بخاری کہا کرتے تھے، تو جب ایک مرتبہ حاضری ہوئی تو حضرتؒ نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بھائی بعض لوگ خط میں لکھتے ہیں کہ میں وہ ہوں جس کو آپ امام بخاری کہتے تھے، حالانکہ میں ایسے ہی مذاق کرتا رہتا ہوں۔

اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ بندہ نے حضرتؒ سے سوال کیا تھا کہ حضرت آج تک جتنی بھی کتابیں پڑھیں ہیں سمجھ کر پڑھی ہیں مگر بخاری شریف کی آپکی پوری تقریر درک سے باہر ہو جاتی ہے تو اس پر حضرت نے فرمایا کہ اوہو! پوری بخاری تم ابھی سمجھنا چاہتے ہو تم امام بخاری ہو پھر ہر وقت امام بخاری کہہ کر پکارتے رہتے تھے۔

خیر حضرتؒ کی برکت سے اہلیت نہ ہونے کے باوجود **الحمدللہ علی ذالک** ایک دہائی سے زیادہ بخاری شریف بھی پڑھانے کی اللہ نے سعادت نصیب فرمائی۔ اور اب تک حدیث پاک کی خدمت میں لگائے رکھا ہے، اللہ قبول بھی فرمالے آمین۔

مظاہر علوم سہارنپور کے زمانۂ تدریسی میں حضرت کی بڑی ناراضگی

زمانۂ طالب علمی میں حضرتؒ جب کوئی بات قابل گرفت دیکھتے تو خوب ڈانٹتے تھے مگر بندہ جب مظاہر علوم آ گیا تو ڈانٹتے کم ناراض زیادہ ہوتے اور حضرت جب ناراض ہو جاتے تو بے رخی اختیار فرماتے، بات چیت بند کر دیتے ایک مرتبہ حضرتؒ مولانا قاری انیس صاحب سہارنپور اور حضرت مولانا یوسف صاحب ٹنکاروی ترکیسر اور مولوی اشرف صاحب ٹیلر وغیرہ کے سامنے اسکا اظہار بھی فرمایا کہ جب میں کسی سے ناراض ہو جاتا ہوں تو پھر اس سے بات کرنے کا جی ہی نہیں چاہتا۔

اور پھر فرمایا کہ میں اس سے (میری طرف اشارہ فرمایا کہ) پہلے ناراض تھا اب خوش ہوں، اور اسکا ذکر مجھے بہت اچھا لگتا ہے، بندہ پیچھے بیٹھا ہوا تھا شرم کے مارے سر کو جھکا لیا، اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے اللہ کے حضور دعا کی کہ یا اللہ جب تیرے ولی اور محبوب کو میرا ذکر کرنا اچھا لگتا ہے تو اسکو قبول فرمالے۔

خیر حضرتؒ کی ناراضگی کی وجہ یہ پیش آئی کہ ایک دن صبح صبح مظاہر علوم قدیم کے طلباء کا ایک بڑا جتھا کئی بسوں سے کسی بڑے جلسے میں جا رہا تھا اور دورۂ حدیث شریف کے طلباء نے مجھے اصرار کیا کہ آپ بھی چلیں آج چھٹی ہے، حالانکہ عام چھٹی نہیں تھی، طلباء نے یہ ہوشیاری کی کہ سبحانی کے گھنٹے زیادہ ہیں اگر یہ ساتھ ہو لیئے تو پورے دن چھٹی رہے گی، خیر طلباء کے جھانسے میں آ کر بندہ ان کے ساتھ ہو لیا اور چھٹی کی درخواست بھی نہیں دی، اس پر ہمارے حضرت ناظم صاحب ناراض ہو گئے اور اسکا اظہار ایجنڈے کے ذریعے فرمایا کہ آپ کی وجہ سے آج دار الحدیث میں افراتفری کا عالم رہا ہے اس لئے جب تک صفائی نہ ہو جائے دورۂ حدیث کا سبق موقوف

رکھیں، بندہ بہت ہی شرمندہ ہوا اور معافی مانگ لی، اور معاملہ اس طرح رفع دفع ہوگیا، ایسا لگا کہ کچھ ہوا ہی نہیں کیونکہ حضرت ناظم صاحب کا مقصد تنبیہ کرنا تھا وہ ہوگئی، بزرگوں کے تربیت یافتہ حضرات کا یہی انداز ہوتا ہے، خیر اس معاملہ کی اطلاع کسی طرح ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو ہوگئی حضرتؒ ہم سے ناراض رہنے لگے، بندہ سمجھ نہیں پارہا تھا کہ وجہ کیا ہے لیکن صبح و شام مجلس میں حاضری دیتا رہتا، مگر اندر سے پریشان ہوکر اللہ سے دعا کرتا رہتا تھا اسی حال میں کئی مہینے گذر گئے ایک دن حضرتؒ کی ناراضگی اور بے رخی کی وجہ سے بہت ہی بے چین ہوگیا اور اپنے کرم فرماں حضرت ناظم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر اسکا اظہار کیا اور بے چینی کے عالم میں مجنونہ کیفیت میں کچھ باتیں کیں تو حضرت ناظم صاحب نے تسلی دی اور خاص ہدایتیں دیں جو میرے اور حضرت ناظم صاحب کے درمیان مخفی ہیں، اس کے اگلے دن صبح میں ذکر سے فارغ ہوکر چلنے لگا تو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آواز دی او اِدھر آ- ڈرتے- ڈرتے حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا تمہارا جو مدرسہ سے بگاڑ ہوگیا تھا اس کا کیا ہوا، میں نے کہا حضرت میں نے خود ہی حضرت ناظم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر معافی مانگ لی تھی اور معاملہ اسی وقت ختم ہوگیا تھا، اس پر حضرت بہت خوش ہوئے اور الحمدللہ پڑھ کر ٹھنڈی سانس لی، اور فرمایا بچوں ہم لوگ پردیسی ہیں اور اسکے بعد ایک خاص ہدایت فرمائی جس کو تحریر کرنا مناسب نہیں ہے پھر گاہے بگاہے بڑی اہم اہم نصیحتیں فرماتے رہتے اللہ ہمارے حضرتؒ کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے۔

حال دل کس کو سنائیں گے کون دے گا مشورہ
جس سے ملتی تھی ہدایت آہ رخصت ہوگیا

انتظامیہ سے اختلاف نہ کرنے کی تاکید

ایک مرتبہ صبح کی مجلس کے بعد نصیحت فرماتے ہوئے اپنے خادم مفتی ہاشم صاحب کانپوری اور اس ناچیز کو مخاطب کر کے فرمایا سنو! تم دونوں کو ایک خاص نصیحت کر رہا ہوں کہ مدرسہ کے انتظامیہ سے کبھی اختلاف مت کرنا۔

سہارنپور میں گھر بنانے کا حکم

ایک مرتبہ حضرت شیخؒ نے اس ناکارہ سے فرمایا کہ دیکھو! میرا جی چاہتا ہے کہ تم اپنا گھر بنالو، میں نے کہا وطن میں جھونپڑا تو ہے، فرمایا وہاں نہیں یہاں مظاہر علوم کے قریب، میں نے کہا دار قدیم کے لب حوض کے اوپر درسگاہ کو حضرت ناظم صاحب نے فیملی کوارٹر بنوادیا ہے، بچوں کے ساتھ رہتا ہوں، فرمایا ارے نہیں یہ تو مدرسہ کا ہے، اپنا گھر بنالو چاہے چھوٹا سا ہو لیکن آرام دہ ہو میں نے کہا حضرت اسباب تو ہے نہیں دعا فرمادیجئے حضرت نے فرمایا اللہ انتظام کریگا انشاء اللہ، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ حضرت کی دعا ضرور قبول ہوگی، اور کوئی نہ کوئی انتظام ضرور ہوگا۔

مظاہر علوم میں جمے رہنے کی تاکید

بندہ نے ایک مرتبہ عرض کیا حضرت ہمارا جو ادارہ ہے، جامعۃ الفلاح دار العلوم الاسلامیہ یہ ہندو نیپال کی سرحد پر مرکزی شہر فاربس گنج میں واقع ہے، جامعہ کے اندر ایک بڑی مسجد بھی ہے، جمعہ میں شہر اور اطراف شہر سے کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں بندہ جب وہاں ہوتا ہے تو بیان بھی کرتا ہے تو وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ بھائی آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں چلے جاتے ہو یہاں آپ کی بہت ضرورت ہے، اتنا سننا تھا کہ

حضرت نے زور سے ڈانٹا کہ خبردار یہیں پڑے رہو، ایسا کبھی مت کرنا یہاں رہ کر ہی وہاں کے کام کی نگرانی کرتے رہو، تمہارے یہاں کے لوگ بڑے ناقدر ہیں وہاں جا کر گم ہو جاؤ گے۔

حضرت سے گفت وشنید کے بعد جب باہر نکلا تو مولانا انعام اللہ صاحب (جو حضرت شیخ کے خاص لوگوں میں سے ہیں اور المعہد الاسلامی مانک مئو کے استاذ حدیث ہیں) نے فرمایا بھائی مفتی صاحب آپ تو حضرتؒ سے بہت بات چیت کرتے ہو میری تو ہمت نہیں ہوتی ہے مجھے بھی تو کچھ سناؤ! بندہ نے جب سنایا تو انہوں نے فرمایا اس سے مجھے بھی سبق ملا کہ ایک جگہ جمے رہنا چاہئے ورنہ مجھے بہت لوگ کہتے ہیں کہ الگ مدرسہ شروع کرو!

تعلقات بڑھانے سے حضرتؒ کی سخت نفرت

ایک مرتبہ حضرت کے ایک خاص مسترشد نے زامبیا سے فون کیا اور کہا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کو میرا اسلام پیش کر کے دعاء کی درخواست کرنا، میں نے حضرت کو جب سلام پیش کیا تو حضرت زبردست انداز میں ڈانٹنے لگے اور فرمایا بس تمہارا تو کام ہی ہے تعلقات بڑھانا تاکہ مالداروں سے پیسے اینٹھو، تم ایسے ہو ویسے ہو بہت سخت سست فرمایا یہ ڈانٹ حضرت کے خادم مفتی ہاشم صاحب کانپوری، سلمان بھائی سہارنپوری اور ایک دو آدمیوں کی موجودگی میں پڑی بندہ بہت شرمندہ ہوا۔

ایک دو روز کے بعد صبح کے ذکر کے بعد احقر چپ چاپ بیٹھ گیا حضرتؒ نے اشارہ سے بلایا اور فرمایا بچو میں تم سے ناراض نہیں ہوں صرف اوپر اوپر سے ڈانٹتا ہوں اور پھر فرمایا کہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ (یعنی قطب الاقطاب حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب

مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ) کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا تو حضرت شیخ رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر ہونے والے بڑے بڑے رؤسا اور مالدار لوگ آتے تھے میں غیرت کے مارے ان کو سلام بھی نہیں کرتا تھا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کچھ گمان نہ کرلیں کہ کسی مقصد کیلئے لوگوں سے ملتا ہے، اسلئے تم سے کہتا ہوں کہ بلاوجہ تعلقات مت بڑھاؤ کام میں حرج ہوگا۔

اس کے بعد سے تو الحمدللہ بلاوجہ خود سے کسی کے پاس حاضر نہیں ہوتا بلکہ حضرتؒ کے پاس آنیوالے مہمان سے بھی نہیں ملتا تھا، شناسا کوئی مل جاتا تو چپکے سے مصافحہ کرلیتا مگر حضرت کے مہمانوں کو اپنے پاس آنے کی دعوت بھی پیش نہیں کرتا البتہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ کے باہر کوئی جاننے والے معزز عالم ملتے تو چپکے سے چائے کی دعوت پیش کردیتا وہ بھی بہت کم، ہاں جاننے والے خود سے تشریف لاتے تو بیحد خوشی ہوتی ہے اور حتی المقدور خاطر مدارات کرتا رہتا ہوں، اللہ قبول فرمائے۔

ہمارے حضرت شیخ رحمہ اللہ کی توجہات

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی مجلس میں بندہ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ بالکل سامنے بیٹھوں تاکہ حضرت کی توجہ حاصل رہے اور کچھ فرمائیں تو سن سکوں، اسلئے بندہ سامنے سر جھکا کر بیٹھ جاتا اور ذکر خفی میں مشغول رہتا، حضرت ہمیشہ سر نیچے کیے ہوئے بیٹھے رہتے اور کبھی کبھی پوری آنکھیں کھول کر بندہ کی طرف غور سے دیکھتے اور جب میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھتا تو اپنی نگاہ ہٹا لیتے مجھے بڑا تعجب ہوتا کہ حضرتؒ سب کو چھوڑ کر میری طرف کیوں گھورتے ہیں مگر حضرت کا منشاء ہی کچھ اور تھا۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کا انداز تربیت

ایک مرتبہ مجلس میں آگے جگہ پُر ہوچکی تھی، دو طالب علموں کے بیچ تھوڑی سی جگہ

تھی، بندہ ہمت کر کے آگے بڑھا اور دونوں طالب علموں کے درمیانی جگہ میں بیٹھ گیا، اس پر حضرتؒ نے بڑے زبردست انداز میں ڈانٹتے ہوئے فرمایا، حضرت شیخ الہند کی مجلس میں علامہ کشمیریؒ پیچھے بیٹھتے تھے تو ان کی شان نہیں گھٹی اور تم پیچھے بیٹھ جاؤ گے تو تمہاری شان گھٹ جائیگی بس تم کو تو ہمیشہ اپنی شان کی فکر رہتی ہے (حضرت بندۂ ناکارہ سے ہمیشہ فرماتے تھے کہ بس تم کو اپنی شان کی فکر رہتی ہے) جب بندہ اٹھنے لگا تو پھر ڈانٹے کہ اب اٹھنے سے کیا فائدہ۔

اس کے بعد بندہ قصداً پیچھے بیٹھنے لگا، حضرت نے جب پیچھے بیٹھا دیکھا تو ہاتھ کے اشارے سے آگے بلایا، اور سامنے بیٹھنے کو فرمایا بہرحال حضرت کی تربیت کا انداز ہی نرالا تھا ایسا انداز اختیار فرما کر کجی نکال کر دل و دماغ کو درست کرنا چاہتے تھے مگر ہائے افسوس دل و دماغ میں پوری کی پوری کجی باقی رہی کچھ بھی سدھار ہوا نہیں، گندگیاں یوں ہی بھری کی بھری رہیں اور حضرت دنیا سے پردہ فرما گئے اب کون ہماری اصلاح کریگا، حضرت کی یہ ساری باتیں یاد آتی ہیں تو دل مچل جاتا ہے، آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں اور مغموم دل یہ اشعار گنگناتا ہے:

یہ دیکھو رخصتِ ساقی سے میخانہ پہ کیا گزری
صراحی کا ہوا کیا حال، پیمانہ پہ کیا گزری
ذرا پوچھے کوئی اس گرد و غبار بے تحاشا سے
کہ دیوانے کے گم ہونے سے ویرانہ پہ کیا گزری
میں تنہا کیا ادب دانِ محبت سب سمجھتے ہیں
کہ ایک عنوان کٹ جانے سے افسانہ پہ کیا گزری
جنونِ شوق کا اندازہ فرزانوں سے کیا ہوگا

یہ دیوانے سمجھتے ہیں کہ دیوانے پہ کیا گزری
اسے کوئی بجز رندوں کے سمجھے بھی تو کیا سمجھے
اُٹھا جب میر میخانہ تو میخانہ پہ کیا گزری

تم کو میری طرف سے اجازت ہے

بندہ حقیر سراپا تقصیر ابھی تک کسی لائق نہیں، خود گندگیوں میں لت پت ہے اس لئے اس واقعہ کو لکھنے کا بالکل جی نہیں چاہ رہا ہے مگر حضرت ناظم صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا ''اجازت والی بات ضرور لکھنا حضرت شیخؒ کی حیات میں ادباً و تواضعاً اس کا اظہار نہیں کیا ٹھیک ہے مگر اب ظاہر کردو اس میں امت کا فائدہ ہے'' لیکن مجھے ہمت نہیں ہوئی پھر حضرت ناظم صاحب کے پاس مسودہ پہنچا تو حضرت ناظم صاحب نے پورا مطالعہ کیا تو فرمایا کہ اس میں اجازت والی بات آپ نے لکھی نہیں ہے میں نے کہا ان شاء اللہ! لکھ دونگا۔ مگر لکھنے کا جی نہیں چاہا چھوڑ دیا آخری مرتبہ فائنل کاپی پہنچی تو پھر فرمایا ''بھائی آپ نے تو وہ بات لکھی نہیں'' بندہ نے سر جھکالیا تو حضرت ناظم صاحب کے چہرے پر ناراضگی کا اثر دیکھا گویا وہ یہ سمجھے کہ حکم عدولی کر رہا ہے اس لئے بادل ناخواستہ تحریر کر رہا ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ بندہ حضرت اقدس مولانا عبد الرحیم صاحب متالاؒ کی زندگی ہی سے جامعہ معہد الرشید چپاٹا زامبیا میں اخیر عشرہ کا اعتکاف کرتا آرہا ہے حضرتؒ متالا نے آخر میں وصیت کی تھی کہ تم ہمیشہ یہیں اعتکاف کرنا۔ حضرتؒ کی وفات کے بعد

حضرتؒ کے صاحب زادے حضرت مولانا عبدالرشید متالا دامت برکاتہم بھی دعوت دیتے رہتے ہیں بندہ حاضر ہوتا رہتا ہے گذشتہ سال حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نے ماہ رجب میں دعوت دی تو بندہ نے کہا کہ جی چاہتا ہے کہ حضرت شیخؒ کے پاس ہی اخیر عشرہ گذاروں پھر بھی حضرت سے اجازت لے لیتا ہوں حاضر خدمت ہو کر میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحبؒ متالا نے وصیت کی تھی اس لئے جاتا ہوں اور وہاں کچھ کرنا نہیں ہوتا ہے تھوڑا بیان وغیرہ کر دیتا ہوں لوگوں کو مسائل وغیرہ بتا دیتا ہوں اس مرتبہ بھی مولانا عبدالرشید صاحب متالا نے دعوت دی ہے مگر میرا جی چاہتا ہے کہ آپکی خدمت میں ہی اخیر عشرہ گذاروں اس پر حضرتؒ نے فرمایا جب تم کام میں لگے ہو تو جاؤ اور پھر فرمایا ''میری طرف سے تم کو اجازت ہے مگر وہاں بیعت مت کرنا اور تم کو اپنی شان کی بڑی فکر رہتی ہے بندہ نے سوچا کہ یہ زامبیا جانے کی اجازت ہے اس لئے اس کا اظہار کسی سے نہیں کیا بعد میں مولانا عبدالرشید صاحب نے بہت زور ڈال کر پوچھا کہ حضرتؒ نے آپکو اجازت دی ہے میں نے کہا نہیں مگر حضرتؒ نے ایک بات فرمائی ہے (جس کا مطلب مجھے معلوم نہیں) تو انہوں نے دوستانہ انداز میں اصرار کیا بتا دو، بتا دو! میں نے ٹال کر دوسری بات شروع کر دی مگر مجھے احساس ہوا کہ کسی سے چھپاؤں تو چھپاؤں ان سے چھپانا مناسب نہیں کیونکہ یہ بھی مجھے دل کی بات بتلا دیتے ہیں۔

حضرت کی وفات اور تجہیز و تکفین اور تعزیت وغیرہ کے چار روز کے بعد جب بندہ وطن جا رہا تھا تو ان کو فون کے ذریعہ بتایا کہ وہ بات یہ تھی فوری ہمت نہیں ہوئی بعد میں احساس ہوا کہ بتا دوں تو اس پر حضرت مولانا عبدالرشید صاحب متالا دامت برکاتہم

نے فرمایا مجھے تو آپ انگوٹھا چھاپ ہی سمجھتے ہو حالانکہ اسی وقت بتلاتے تو میں اس کی حقیقت بتلا دیتا دراصل بات یہ ہے کہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ بھی جب زامبیا جاتے تھے تو ان سے بھی لوگ بیعت کی درخواست کرتے تھے تو وہ بیعت نہیں کرتے تھے عذر پیش کرتے تھے اور فرماتے مولانا عبدالرحیم صاحب متالا موجود ہیں پھر کسی نے کچھ کہا ہوگا تو حضرت مفتی صاحب نے حضرت ابا جان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب آپ بیعت کیوں نہیں کرتے جبکہ آپکو حضرت شیخؒ سے نسبت روحانی حاصل ہے کہ حضرت شیخؒ نے زامبیا میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ کو بھیجا تھا یہ ان کا حلقہ ہے اس لئے میں بیعت نہیں کرتا ، صا سی طرح حضرت شیخ جونپوریؒ بھی جب زامبیا جاتے تو لوگ ان سے بیعت کی درخواست کرتے تو وہ بھی یہ ہی عذر پیش کرتے کہ یہ مولانا عبدالرحیم صاحبؒ متالا کا حلقہ ہے میں بیعت نہیں کرسکتا تو جب ہمارے شیخ جونپوریؒ خود بیعت نہیں کرتے تھے تو اپنے مسترشد اور مجاز کو زامبیا میں بیعت کرنے کی کیسے اجازت دیتے اس لئے یہ ممانعت زامبیا تک محدود ہے یا حضرت شیخؒ کی زندگی تک محدود ہے اب ممانعت ختم ہوگئی اس پر بندہ رونے لگا۔

خیر لکھنے کو تو لکھ دیا ہے ورنہ بندہ خود متفکر ہے کہ فی الحال کسی اہل دل کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اپنے نفس کی اصلاح کرائے اللہ ہمیں نفس اور شیطان کی شرارت سے حفاظت فرمائے۔ آمین

ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ مجموعۃ الامراض تھے

ہمارے حضرت شیخ علیہ الرحمہ بچپن ہی سے نازک اور کمزور طبیعت تھے، ہمیشہ سے بیمار ہی رہتے تھے، بچپن میں جب اپنے گھر سے مانی کلاں پڑھنے جاتے تھے تبھی سے بیمار تھے، مظاہر علوم میں داخلہ کے بعد تو بہت زیادہ بیمار ہو گئے۔

حضرت خود تحریر فرماتے ہیں، کہ میں مسلسل بیمار رہا مظاہر علوم آنے کے چند دن بعد نزلہ و بخار ہو گیا پھر منھ سے خون آ گیا حضرت اقدس ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہو جاؤں لیکن میں نے انکار کر دیا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مراتبہ نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا، میں نے عرض کیا جواب تک یاد ہے، کہ حضرت اگر مرنا ہے تو یہیں مر جاؤں گا حضرت نے فرمایا کہ بیماری میں کیا پڑھا جائیگا میں نے کہا اور اب تک الفاظ یاد ہیں کہ حضرت جو کان میں پڑیگا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا، اس پر حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا پھر پڑا رہ (اللہ کے ولی کامل کے دل سے بات نکلی اور آپ ہمیشہ سہارنپور ہی میں پڑے رہے، اور اخیر میں یہیں کی مٹی نصیب ہو گئی۔

بہر حال آپ بہت زیادہ بیمار رہتے، کثرت امراض کی وجہ سے آپ کلی طور پر مضمحل ہو گئے تھے، مجلس میں حاضر ہونے والے لوگ بھی آپ کی تکلیف دیکھ کر تڑپ اُٹھتے، اور ان کا کلیجہ مسوس کر رہ جاتا مدتوں سے خطرناک سحر نے پورے جسم کو گلا پگھلا کر رکھ دیا تھا، اس کی تکلیف نے آپ کی پریشانی کو دو آتشہ کر دیا تھا، بیماریوں کی جب شدت بڑھتی، خاص کر جان لیوا سحر جب زوردار حملہ کرتا تو آپ اندر سے ٹوٹ جاتے

اور دونوں ہونٹوں کو گول کر کے اوہ اوہ کی آواز نکالتے، ہم بے بسوں اور تہی دست و پا سے رونے کے علاوہ کیا ہو سکتا تھا، کلیجہ پکڑ کر بیٹھ جاتے اور حضرت کیلئے دعاء کرتے رہتے، کبھی کبھار حضرتؒ فرماتے تھے، بچو سورۂ یٰسین شریف یا کچھ پڑھ کر دم کرو تو ہم لوگ دم کرتے۔

ایک مرتبہ بندہ (سبحانی) عشاء کے بعد بہت سخت بیمار ہو گیا اور بے چینی بڑھ گئی تو دورۂ حدیث کا ایک طالب علم جو میرے پاس ہی پڑھتا تھا مولوی افتخار بھاگلپوری جو حضرت رحمہ اللہ کا خادم تھا، حضرت سے ایک گلاس پانی دم کرا کے لایا میں نے جب پیا تو الحمدللہ آرام مل گیا اور نیند آ گئی، کل ہو کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرتؒ نے فرمایا کوثر کیسی طبیعت ہے میں نے کہا فی الحال الحمدللہ اچھی ہے مگر حضرت میں ہر وقت بیمار ہی بیمار رہتا ہوں علاج کرواتا رہتا ہوں مگر ٹھیک ہی نہیں ہوتا اس پر حضرت نے فرمایا جس کے مقدر میں بیماری لکھی ہوئی ہے وہ بیمار ہی رہیگا چاہے کتنا ہی علاج کر لے مگر رضا بر قضا رہنا چاہئے اور پھر فرمایا کہ ایک میرے چاہنے والے میرے پاس آئے اور میری تکلیف دیکھ کر رات بھر میرے لئے جاگے، صبح کو میرے پاس حاضر ہو کر انہوں نے عرض کیا کہ میں نے رات آپ کی شفاء کیلئے دعاء کی صبح کو الہام ہوا کہ بیماری تو نہیں جائیگی مگر تخفیف ہو جائیگی، تو حضرت نے فرمایا واہ مجھے آج صبح سے تخفیف معلوم ہو رہی ہے، لیکن ان ساری تکلیفوں کے باوجود ہمیشہ آپ کی زبان مبارک سے اللہ کا شکر ہی نکلتا تھا اور ان جملہ آلام کو سہتے ہوئے ہمیشہ عشق نبوی میں ڈوب کر حدیث رسول ﷺ کا جس درجہ غایت اشتیاق کے ساتھ مطالعہ کرتے وہ کسی کی نظروں سے اوجھل نہیں ہے۔ اور اپنے انفرادی و اجتماعی معمولات میں آپ نے جھول نہیں آنے دیا۔

محبت ہی ہے اصل میں جاودانی ——— بڑھاپا بھی فانی، جوانی بھی فانی

احقر کی حضرت شیخ سے آخری ملاقات اور بمبئی کا سفر

بندہ بتاریخ ۱۳ر شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ بروز ہفتہ کو صبح کے وقت میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر خدمت ہوا اور سلام وکلام کے بعد حضرت کے ایک مسترشد (حضرت کے مجاز وخلیفہ جناب حاجی محمد عمر صاحب لوسا کا زامبیا جو حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا کے خادم اور مرید ہیں، اور ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ نے ملاوی میں دو سال قبل ان کو اور مفتی عبدالخالق بولا ساؤتھ افریقہ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، واقعی ہمارے مخلص دوست حاجی محمد عمر صاحب بالکل اسکے لائق بھی ہیں حضرت شیخؒ نے زامبیا کے سفر میں ڈانٹ ڈپٹ کر دیکھا اور معمولات کے اہتمام میں پورے طور پر پرکھا اور پھر فرمایا تمہارا ذکر مجھے بہت اچھا لگتا ہے اجازت مرحمت فرمادی) نے کچھ رقم ہدیہ بھیجی تھی وہ پیش کی، اور پھر (بندۂ سبحانی) نے اپنی طرف سے بھی کچھ رقم پیش کی حضرتؒ نے مفتی ہاشم صاحب کانپوری کو فرمایا اسکو رکھ دو اور مجھے بھی دعاء دی اور فرمایا میری طرف سے انکو سلام کہہ دینا اور بندہ نے آخری سلام پیش کیا، حضرت نے جواب فرما کر ’’جزاک اللہ‘‘ فرمایا بس یہ آخری ملاقات تھی، مگر حضرت کی حالت غیر معلوم ہو رہی تھی، چہرہ پر کافی سوجن تھی جس سے مجھے بڑی فکر ہو رہی تھی لیکن ایک طرف اطمینان تھا کہ ایسی حالت تو کئی مرتبہ پیش آچکی تھی، مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ آخری ملاقات ہے۔

نہ سمجھے تھے کہ جان جہاں سے یوں جدا ہوگی
یہ سنتے گو چلے آئے تھے ایک دن جان ہے جانی

پھر اسی رات بندہ بغرض علاج بمبئی کیلئے روانہ ہوگیا پیر کو صبح پہونچ کر ہمارے مشفق ومحسن کرم فرماں مخلص بزرگ حضرت مولانا ہارون صاحب مہتمم جامعہ رشیدیہ مومن نگر، جوگیشوری ممبئی کی خدمت میں حاضر ہوا (ایک بات کہتا چلوں کہ حضرت مولانا ہارون صاحب پالن پوری جو بمبئی کے موقر وباا ثر صالح فطرت، ہمہ جہتی فکر ملت عالم دین ہیں، ملک کے مختلف ادارے کے سرپرست ونگراں ہیں اور بے لوث دین کے خدام میں آپ کا شمار ہے بہت اچھا اصلاحی خطاب فرماتے ہیں) حضرت نے بے پناہ شفقت فرمائی اور خود ساتھ لیکر ملت ہاسپٹل جناب ڈاکٹر طلحہ صاحب (جو ہمارے حضرت شیخ جونپوریؒ کے بھی معالج تھے) کے پاس پہونچے ٹیسٹ کیلئے خون، پیشاب وغیرہ دے دیا، آئندہ کل منگل کو رپورٹ آنے کا انتظار کرنے لگا، پھر عشاء کی نماز کے بعد، حضرت مولانا ہارون صاحب کے گھر کھانا کھایا اور قیام کیلئے عنبر ہوٹل میں حضرت مولانا نے خود تشریف لاکر ٹھہرادیا، ہوٹل بڑا آرام دہ اے سی کمرہ تھا ہر طرح کی سہولتیں تھیں اور حضرت مولانا نے فرمایا مفتی صاحب جتنے بھی اکابر علماء یہاں تشریف لائے ہیں سب نے اسی ہوٹل میں قیام فرمایا ہے۔

لیکن بندہ کو اس رات ساری سہولتوں کے باوجود نیند نہیں آرہی تھی، کچھ بے چینی سی لگی ہوئی تھی، اس لئے اُٹھ کر نماز ودعاء میں مشغول ہوگیا اور صبح صادق ہوتے ہی اذان کی آواز کان میں پڑی تو سنت فجر پڑھ کر اپنی نماز مختصراً وہیں ادا کی کیونکہ بندہ مسافر تھا، جیسے ہی نماز سے فارغ ہوا حضرت مولانا ہارون صاحب کا فون آیا (شاید وہ بھی صبح صادق سے قبل شب بیدار تھے) کہ مفتی صاحب فجر کی نماز میرے گھر کے قریب مسجد عمر ہی میں پڑھنا نماز کے بعد

گھر جا کر ناشتہ کرنا ہے، میں نے عرض کیا حضرت میں رات میں سو نہیں پایا ہوں اسلئے طبیعت خراب ہو رہی ہے، میں نے اپنی نماز پڑھ لی ہے، اب آرام کروں گا۔ میرے ناشتہ کی فکر نہ کریں اسکے بعد لیٹا تو نیند آ گئی الحمدللہ آٹھ بجے پھر اُٹھا اشراق کی نماز پڑھی پھر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر کپڑے بدلے اور ہوٹل ہی میں ہوٹل کے ملازم سے ناشتہ منگوا کر کھایا، پتہ نہیں کیا دل میں آیا سارا سامان بیگ میں پیک کر دیا، بس اب صرف ایک چھوٹا سا بیگ تھا، جس کو ہوٹل میں رکھ دیا جامعہ رشیدیہ مومن نگر جوگیشوری کے دفتر میں نو بجے کے بعد حاضر ہوا تو عجیب منظر سامنے آ رہا ہے حضرت مولانا ہارون صاحب کو وہاں کے کچھ اساتذہ و متعلقین غمزدہ افسردہ حال میں گھیرے ہوئے ہیں سارے حضرات حیرانی کی حالت میں میری طرف دیکھ رہے ہیں اور حضرت مولانا نے نمناتی آنکھوں سے دیکھا پھر نظر نیچی کر لی میں تو گھبرا گیا کہ کیا بات ہے، شاید کوئی خراب رپورٹ تو نہیں آ گئی، تو حضرت مولانا نے فرمایا کہ مفتی صاحب سہارنپور سے کوئی فون آیا میں نے کہا نہیں (جیب سے فون نکالا تو فون بند تھا) مولانا نے فرمایا حضرت شیخ یونس صاحبؒ کا انتقال ہو گیا، سنتے ہی مجھے زبردست جھٹکا لگا اور میری زبان سے بے ساختہ جو کلمہ نکلا وہ تھا ''ہائے'' پھر پورے بدن پر سکتہ طاری ہو گیا اور بزور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا فون جب چالو کیا تو سہارنپور کے علاوہ یوپی، بہار، بنگال، گجرات وغیرہ کے طلباء وعلماء کا مسلسل فون آنا شروع ہو گیا وہ سب مجھ سے ہی پوچھتے تھے کہ کیا حضرت شیخ کا انتقال ہو گیا تب یقین ہوا کہ واقعی خبر سچ ہے۔

پھر حضرت مولانا نے فرمایا کیا کرنا ہے میں نے کہا سہارنپور فوری روانہ

ہونا ہے، سامان بالکل تیار ہے اس پر حضرت نے فرمایا کہ ہمارے مدرس مولوی عمران صاحب مظاہری بھی جارہے ہیں اور فلاں فلاں بھی میں نے کہا کہ بہت اچھا پھر حضرت نے دس ہزار روپئے نکالے اور دینے لگے میں نے کہا بالکل نہیں میرے پاس پیسے ہیں، مگر حضرت نہیں مانے اور زور زبردستی جیب میں ڈال دئے اللہ تعالی حضرت کا سایہ صحت وعافیت کے ساتھ تادیرامت مسلمہ پر بایں ہمہ فیوض وبرکات قائم ودائم رکھے آمین۔

بہرکیف فوراً ائیر پورٹ پہونچا تو بمبئی کے بہت سارے حضرات ائیر پورٹ پر موجود تھے سارا قافلہ بمبئی سے دہلی ڈھائی بجے پہونچا پھر فوراً گاڑی کرکے سہارنپور کیلئے ہم لوگ روانہ ہوئے، ہمارے آگے پیچھے بمبئی وگجرات سے آنیوالے لوگوں کی کئی گاڑیاں سہارنپور کے لئے رواں دواں تھیں یہ حضرات حضرت مولانا سلمان صاحب ناظم اعلی مظاہر علوم اور دیگر منتظمین سے درخواست کررہے تھے کہ مغرب کے بعد نماز جنازہ ادا کی جائے تاکہ ہم لوگ شریک ہوسکیں مگر ان حضرات منتظمین کے پیش نظر دوسری مصلحتیں تھیں، ایک تو مجمع کو سنبھالنا پھر رات ہونے پر دوسری پریشانیاں اسلئے دن غروب ہونے سے قبل ہونا بالکل مناسب تھا خیر ہم لوگ سہارنپور کے چند کیلو میٹر کے فاصلے پر تھے کہ جنازہ کی نماز ہوچکی تھی کیونکہ طلباء فون پر ساری تفصیلات بتلا رہے تھے، لیکن تدفین میں شرکت ہوئی اور پہونچنے کے بعد بندہ اپنے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی اسرار احمد صاحب سہارنپوری بعدہ حضرت مولانا عبدالرشید صاب متالازامبیا کے ساتھ قبر کو کوہان

نما بنانے میں شریک رہا اور دیر شب تک دعاء ومغفرت کر کے مدرسہ کی طرف غمزدہ حالت میں واپس چل دیا۔

کاروان علم و عرفاں کا ہے غمگین ہر نفر
ہو گیا ہے ان سے گم افسوس میرِ کارواں
ہوگئی ہیں اف مظاہر کی صید غم
راہیٔ جنت ہوا ہے آج ان کا پاسباں

☆☆☆

مرض الوفات سے وفات تک کے احوال

(ہمارے حضرت شیخؒ کے خاص محبّ و مسترشد حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڑا مدظلہٗ استاد دارالعلوم بری، یو کے نے حضرت کے خادم مفتی ہاشم صاحب وغیرہ سے معلوم کرکے پورے احوال مرتب فرمائے ہیں من وعن نقل کر رہا ہوں)

نحمدهٗ ونصلي على رسوله الكريم امابعد!

حضرت شیخ محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول رمضان المبارک کے شروع کے چند دن حرمین شریفین میں گذار کر سہارن پور تشریف لائے۔ ماہ رمضان میں طبیعت اچھی رہی، الحمد اللہ تمام روزے برابر رکھے، تراویح مکمل پڑھی۔ تلاوت اور ذکر بالجہر کی مجلس کا اہتمام رہا۔ آخری عشرہ میں الحمدللہ ایک سو دس ۱۱۰ کے قریب علماء اور مریدین حضرتؒ سے فیضیاب ہونے کیلئے حاضر ہوئے۔ عید کے روز طبیعت میں بشاشت تھی۔ حسبِ معمول حضرت پیر صاحب یعنی حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم ابن شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے گھر تشریف لے گئے، اسی طرح حضرت شیخ مولانا محمد عاقل صاحب کے یہاں بھی تشریف لے گئے۔

عید کے بعد بھی مقامی دوست واحباب کی آمد و رفت اور افاضہ واستفاضہ کا سلسلہ جاری رہا، نئے طلبہ آنے شروع ہوئے۔ ۷؍شوال کو مدرسہ مظاہر علوم کی افتتاحی نشست رہی، اس درمیان قاری انیس صاحب نے حضرت شیخؒ سے اطلاعاً عرض کیا کہ حضرت نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو رہا ہے اسلئے حضرت ناظم صاحب وغیرہم آپ کی خدمت میں آرہے ہیں، یہ سن کر شیخؒ نے فرمایا کہ ہاشم مدرسہ والے آرہے ہیں ذرا یہاں اچھی سی چادریں بچھا دو، مولوی ہاشم کہنے لگے کہ حضرت یہ بھی نئی چادر ہے، تو شیخؒ نے فرمایا کہ

نہیں اچھی والی چادریں بچھادو، چنانچہ ناظم جامعہ مظاہر علوم حضرت اقدس مولانا سلمان صاحب دامت برکاتہم اساتذہ کے ساتھ افتتاحی نشست کے بعد سات آٹھ اساتذہ کو لیکر حضرت شیخؒ کے حجرہ میں تشریف لے گئے اور سالِ نو کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا ''میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے پتہ نہیں میں پڑھا سکوں گا یا نہیں'' ۔ ناظم صاحب نے فرمایا ''اجی آپ تو ہر سال یہی فرماتے ہیں ان شاء اللہ آپ دس سال اور جئیں گے اور پڑھاتے رہیں گے'' حضرت مسکرائے اور فرمایا ''میں دس سال زندہ رہ کر کیا کروں گا، پھر کچھ مختصر نصیحت فرمائی جس میں **والفتنة اشد من القتل** آیت پڑھ کر فتنوں سے تحفظ کی تاکید فرمائی۔ اس کے بعد مختصر دو منٹ کی دعا فرمائی۔ قاری انیس صاحب جو صبح وشام حضرت کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ طبیعت اُسی دن سے گرنی شروع ہوگئی تھی۔

مفتی ہاشم (حضرتؒ کے ہروقت کے خادم) کا بیان ہے کہ جمعہ کا دن تھا حضرتؒ نے غسل فرمایا اور حسب معمول سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے گئے، دارجدید کی مسجد میں جمعہ کی نماز اُسی جگہ ادا فرماتے تھے جہاں قطب الاقطاب حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا معتکف رہا کرتا تھا۔ حضرت پیر صاحب (مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم) کا معتکف بھی وہیں رہتا ہے اور حضرت پیر صاحب جمعہ پڑھنے کیلئے وہیں تشریف لے جاتے ہیں، محراب کی دائیں طرف کونہ میں دیوار کے ساتھ حضرت پیر صاحب اور ان کے برابر میں حضرت شیخ جونپوریؒ صاحب جمعہ ادا فرماتے۔ اپنی زندگی کا آخری جمعہ بھی اُسی طرح ادا فرمایا، لمبی نفلیں پڑھتے رہے پھر اپنے اوراد ووظائف میں مشغول رہے۔ جمعہ سے فراغت پر حضرت پیر صاحب سے ملاقات اور علیک سلیک کے بعد اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔

نور محمد نامی ایک طالب علم لندن سے حضرت کی شرح بخاری ''النبراس الساری'' پر کام کرنے کی غرض سے سہارن پور آیا، شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی آمد کی غرض بیان کی، حضرت شیخؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ''میرے یہاں کتاب پر کام کرنے کیلئے تو جہاد کرنا پڑتا ہے۔ تجھ سے ہو سکے گا؟'' اُس نے عرض کیا جی ان شاءاللہ کوشش کروں گا، فرمایا ''پیر سے کام شروع کریں گے ان شاءاللہ''۔

حضرتؒ پر چونکہ غنودگی طاری رہتی تھی اس لئے خدام نے سوچا کہ ڈاکٹر کو بلایا جائے۔ سنیچر (ہفتہ) کے روز ڈاکٹر رضوان صاحب، قاری ایوب صاحب کے بلانے پر تشریف لائے، بلڈ پریشر ٹیسٹ کیا، جو نارمل تھا، پھر اُسی وقت حضرتؒ سے خون اور پیشاب ٹیسٹ کی اجازت مانگی اور اتوار کی صبح فجر کے متصلاً بعد تشریف لائے اور خون و پیشاب لے گئے، حضرتؒ اس وقت ہشاش بشاش تھے خندہ پیشانی سے پیش آئے، ان کو بھی ناشتہ کرایا۔ اتوار شام کو غشی کی کیفیت بڑھ گئی لیکن بات سمجھ رہے تھے، جواب بھی دیتے تھے اور کچھ کہنا ہوتا تو صاف الفاظ میں فرما دیتے۔

پیر کی صبح کو قاری انیس صاحب فجر کے بعد ذکر کی مجلس کیلئے حاضر ہوئے تو حضرتؒ کی حالت دیکھ کر کچھ فکر مند ہوئے اور اپنے بعض احباب کو بلا کر حضرتؒ کے پاس ذکر کے بعد سے لیکر تقریباً دس بجے تک بیٹھے رہے اور کوشش کی کہ حضرتؒ کچھ گفتگو فرمائیں۔

حضرتؒ کے پاس کچھ لفافے تھے اُس میں کچھ رقمیں رکھیں ہوئی تھیں، حضرت نے ان کو گنوایا تو دس ہزار پانچ سو بیس (۱۰۵۲۰) روپئے نکلے۔ فرمایا ''اِس مدرسہ میں دس ہزار دے آؤ'' اور ''پانچ سو بیس ۵۲۰/ روپئے انیس تم اپنے مکاتب کے لئے لے لو'' پھر دو خاص ملفوظ بیان فرمائے، فرمایا ''استاد کیلئے زیادہ پٹائی کرنا حرام ہے۔ ایک طالب علم کی استاد نے اتنی پٹائی کی کہ پاؤں کالا ہو گیا اور رگیں مر گئیں، اگر شرعی قاضی

ہوتا تو قصاص لیا جاتا''۔ پھر فرمایا ''کہ مریدوں کا بھی حق ہے شاگردوں کا بھی حق ہے ماتحتوں کا بھی حق ہے یہ حق بڑے اپنا سوچتے رہتے ہیں چھوٹوں کا نہیں سوچتے''۔ دوسرا ملفوظ یہ فرمایا کہ ''برادری، علاقہ، خاندان کوئی چیز نہیں'' **وجعلنا کم شعوباً وقبائل لتعارفوا** پڑھ کر فرمایا ''اللہ خود فرماتے ہیں کہ یہ سب صرف پہچان کیلئے ہے کوئی شخص پتہ معلوم کرنے آیا، پتہ نہیں چل رہا ہے تو بتادیا کہ فلاں علاقہ کا ہے یہ مقصد ہے قرآن کا، فخر اور تکبر مقصود نہیں ہے'' پھر ایک وجد والی کیفیت کے ساتھ فرمایا آگے دیکھو کیا فرماتے ہیں ''**ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم**'' اس کے بعد فرمایا ہاں صحابہ کرام کی اولاد اگر توجہ کرتی ہے تو خوب ترقی کرتی ہے کیونکہ ان کے آباء واجداد نے جو مجاہدے کئے اُس نسبت سے یہ ترقی کر جاتے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ ہمت اور توجہ کریں۔''

درحقیقت یہی دو باتیں حدیث شریف میں بھی وارد ہوئی ہیں ''**الصلوۃ وماملکت ایمانکم**'' اور ''**لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی الابالتقویٰ**'' شیخ صاحبؒ کی بھی آخری دینی گفتگو یہی تھی، اس کے بعد تو کوئی ضرورت کی بات ہی فرمائی جیسے ''پانی لاؤ''، ''وضو کرادو'' وغیرہ۔

قاری انیس صاحب فرماتے ہیں اس کے بعد حضرتؒ خاموش ہو گئے۔ وہ سارا پیسہ جتنا وہاں تھا خرچ کرایا۔ ایک ہزار باقی رکھا اور فرمایا ایک ہزار میری ضرورت کیلئے کافی ہیں۔ پھر فرمایا ''میں جمع کر کے کروں گا کیا؟ میں نے دوستوں کا، لوگوں کا بہت کھا رکھا ہے، میرے محسنین ہیں جن کا کھا رکھا ہے، ان کا تو دینا ہی دینا ہے۔ لہٰذا باقی رکھ کر فائدہ ہی کیا ہے؟''

قاری انیس صاحب فرماتے ہیں کہ پھر تقریباً دس بجے ہم حضرتؒ کے پاس سے اُٹھے، میں نے ہاشم سے کہا کہ ابھی کچھ افاقہ ہے، اسی طرح طبیعت رہی تو اول وقت میں ظہر پڑھا کر حضرت کو لٹا دینا، ہاشم کہتے ہیں کہ حضرت اس کے بعد مطالعہ میں مشغول

ہو گئے اور مسند احمد کے حاشیہ پر کچھ تحریر بھی فرمایا اور عجیب بات یہ کہ مطالعہ کے وقت غنودگی والی کیفیت ختم ہو جاتی تھی، پورے استحضار کے ساتھ کتاب دیکھتے جیسے ہی کتاب رکھی پھر غنودگی شروع ہو گئی۔ یہ حضرتؒ کی زندگی کا آخری دن ہے جس میں مطالعہ فرما رہے ہیں **من المهد الی اللحد** کی صحیح تصویر یہی ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا ''**مع المحبرة الی المقبرة**''

قاری انیس صاحب فرماتے ہیں کہ بندہ ظہر کے بعد پھر آیا تو دیکھا حضرت غنودگی میں ہیں اور نماز کی تیاری ہو رہی ہے، تین ساڑھے تین کے قریب حضرت نے نماز کی نیت باندھی مگر پھر غنودگی والی کیفیت کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر عصر اور مغرب کے بعد حضرت کی طبیعت بالکل مضمحل ہو چکی تھی البتہ کبھی سیدھے بیٹھ جاتے کبھی ٹیک لگا کر بیٹھتے اور حضرت کی آنکھیں پلٹ چکی تھیں، رُعب والی آنکھیں نہیں رہی تھیں، مردنی والی آنکھیں نظر آ رہی تھیں جس سے خوف ہونے لگا تھا۔ بندہ عشاء کے وقت پھر چھوٹے بچے کے ساتھ آیا پھر آنکھیں دیکھیں تو بڑا عجیب انداز اور بہت دیر میں تو سر ہی اُٹھا پائے۔ خدام کو ڈر بھی لگا کہ معاملہ کچھ اور ہو مگر چونکہ شیخ اس سے زیادہ خطرناک حالات سے دوچار ہو کر نکل آئے تھے اس لئے صحیح بات کا اندازہ نہ لگا سکے۔

ہاشم کا بیان ہے کہ رات خلافِ معمول تقریباً نو بجے کے بعد تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا۔ پھر تقریباً دس بجے عشاء پڑھی اس درمیان بھی غنودگی والی کیفیت طاری رہی۔ عشاء سے فراغت کے بعد ایک ڈیڑھ گھنٹہ تک حضرت بیٹھے رہے، پھر کئی مرتبہ کہنے کے بعد حضرتؒ لیٹ گئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر بیٹھ گئے، آدھی رات کے بعد حضرتؒ دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے تھے لیکن سیدھے نہیں ہو پا رہے تھے، کئی بار پانی طلب فرما کر نوش فرمایا، غنودگی کے ساتھ بے چینی بھی بہت ہو رہی تھی۔

فجر کے لئے عرض کیا کہ وقت ہو گیا وضو کرا دوں تو حضرت نے کوئی جواب نہیں

دیا۔ جب کہ عشاء کے لئے عرض کرنے پر فرمایا تھا کہ "کرادو! اور جلدی سے عشاء پڑھادو کیونکہ میرے وضوء کا کوئی بھروسہ نہیں"۔ فجر کے وقت غشی اس قدر ثقیل تھی کہ فجر ادانہیں فرما سکے۔

قاری انیس صاحب کہتے ہیں کہ میں جب اپنے یہاں فجر سے فارغ ہو کر ذکر کیلئے حاضر ہوا تو کواڑ بند تھے اندر ہاشم اور حضرتؒ تھے، میں نے سمجھا حضرت کو اُلجھن ہوگی اسلئے برآمدہ میں ہی ذکر کرلیا۔ بیس پچیس منٹ ذکر کے بعد اندر داخل ہوا تو عجیب کیفیت دیکھی کہ ایک پاؤں پیچھے کی طرف پھیلا ہوا دوسرا مُڑا ہوا تھا اور حضرت کا پیٹ اور سینہ زمین سے لگا ہوا تھا جیسے کہیں سفیان ثوری رحمہ اللہ علیہ کے متعلق سنا ہے مرتے وقت کبھی گال زمین پر رگڑ رہے ہیں کبھی ماتھا زمین پر رگڑ رہے ہیں، حضرت کچھ فرمارہے تھے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا شاید اللہ کے حضور میں الحاح وزاری فرما رہے تھے۔ بندہ نے ہاشم سے کہا "حالت بہت ناساز معلوم ہورہی ہے.......... حضرتؒ کو لٹا دیتے ہیں" ہمت کر کے حضرتؒ کو لٹا دیا، ہوش تو تھا نہیں مگر لٹانے پر لیٹ گئے۔ ہم نے سوچا کہ حضرتؒ سو جائیں تو بہت اچھا ہے تھوڑا آرام ہو جائے۔

ہاشم کا بیان ہے کہ حضرت بہت گہری نیند میں چلے گئے، آٹھ بجے کے قریب حضرتؒ کے خراٹے لینے سے ہم مطمئن ہو گئے کہ حضرتؒ کو آرام آگیا۔ جب خراٹے بند ہو گئے تب گھبرا کر مفتی صالح وغیرہ کو بلایا انہوں نے مدرسہ کے ڈاکٹر کو بلایا اُس نے چیک کر کے کہا کہ سانس بھی ہے اور نبض بھی ہے، بلڈ پریشر بھی ٹھیک ہے، مگر بے ہوشی اور حالت کی نزاکت دیکھ کر ڈاکٹر نے کہا کہ حضرتؒ کو فوراً آئی سی ICU میں لے جاؤ۔ ہسپتال پہنچ کر وہاں کے ڈاکٹر نے ساری مشینیں لگائیں اور چیک کرنے کے بعد کہا کہ حضرتؒ کا تو وصال ہو گیا ہے۔ قاری انیس صاحب کا اندازہ ہے کہ وہ جو صبح کو غشی والی کیفیت تھی وہی نزع کی حالت تھی اور حضرتؒ نے اس کے کچھ ہی دیر بعد

اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ **انالله وانا اليه راجعون ان له ما اخذ وله ماأعطى وكل عنده بأجل مسمىٰ. اللهم اجرنا في مصيبتنا هذه وأخلف لنا خيراً منها. اللهم اغفر لشيخنا وارحمه وعافه واعف عنه ووسع مدخله واكرم نزله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقّه من الذنوب والخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس– اللهم اجعل قبره روضة من رياض الجنة– اللهم افتح له مفسحاً في جنة عدن يارب العالمين– اللهم جازه بالحسنات احسانا وبالسيئات عفواً وغفراناً– اللهم أبدله داراً خيراً من داره واهلا خيراً من اهله– اللهم اغفرلنا وله يارب العالمين – اللهم لا تحرمنا أجره ولا تفتنّا بعده.**

حضرتؒ والا کا سانحہ ارتحال بروز منگل ۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء کو پیش آیا۔ انتقال کی خبر نہایت تیزی سے پھیل گئی۔ دور دور سے لوگ آخری دیدار کیلئے حاضر ہونے لگے۔ ایسے ایسے لوگ حاضر ہوئے جنہوں نے حضرت کا نام بھی نہیں سنا ہوگا، صرف یہ جان کر کہ سہارن پور میں ایک بہت بڑے بزرگ کا انتقال ہوا ہے جنازہ میں شرکت کیلئے اُمنڈ آئے۔ پولیس نے بہترین سیکورٹی فراہم کی، فوج کو بھی حفاظت کی غرض سے حاضر ہونا پڑا، غیر مسلموں نے بھی اپنی دوکانیں بند کردیں اور راستہ میں آنیوالے مہمانوں کے لئے وضو کا پانی اور پینے کا پانی فراہم کیا۔

مقامی حضرات کا بیان ہے کہ سہارن پور نے ایسا جنازہ کبھی نہیں دیکھا اور شاید کبھی دیکھ بھی نہ پائیں۔ واقعی حضرت شیخ جونپوریؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ نے ایسی ہی کشش عطا فرمائی تھی کہ آپ کی حیات میں بھی باوجود ڈانٹ ڈپٹ کے لوگ جوق درجوق ان کی طرف کھنچے جاتے تھے اور وفات کے بعد بھی اسی طرح کھینچے چلے آئے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت تھی کہ اگر انڈیا میں انتقال ہو تو ان کو ناظم

صاحب (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ) کے پہلو میں دفن کیا جائے، اس کے لئے کوشش کی گئی۔ اللہ نے اس میں کامیابی نصیب فرمائی اور حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برابر میں قبر تیار ہوگئی۔ شیخ کی وصیت تھی کہ ایک سادہ غلاف کعبہ کا چند انگل کے بقدر چھوٹا سا ٹکڑا اور روضہ شریفہ کی کچھ مٹی ایک بکس میں ہے، اس کو بھی ساتھ دفن کیا جائے، خادم کو بروقت یاد آ گیا اور اس کو تلاش کر کے حضرت کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے تدفین میں شامل کیا گیا۔

نماز جنازہ حضرت اقدس پیر صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ شیخؒ مرحوم اور حضرت پیر صاحب کے مابین آپس میں بے حد محبت تھی۔ عید کے روز تو ملاقات کرنے کچے گھر تشریف لے جاتے اور جمعہ کو بھی ملاقات ہوتی تھی۔ اب حضرت پیر صاحب آپ کا جنازہ پڑھا رہے تھے۔ شیخؒ صاحب عموماً ختم بخاری شریف پر حضرت پیر صاحب کو دعا کیلئے بلایا کرتے تھے اب حضرت پیر صاحب ان کے جنازہ پر دعا پڑھ رہے تھے۔ پیر صاحب کی جنازہ پڑھانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی مگر ناظم صاحب (مولانا سلمان صاحب دامت برکاتہم) نے ہمت دلائی کہ ہم آپ کے پیچھے تکبیرات زور سے کہلوا دیں گے، تب حضرت پیر صاحب تیار ہوئے، اور انتہائی گریہ وزاری کے ساتھ نماز پڑھائی۔

عصر کے بعد نماز ادا کی گئی اور غروب آفتاب کے ساتھ یہ آفتابِ علوم نبوت بھی سپرد خاک کر دیا گیا۔ جنازہ کی نماز میں بے حساب مخلوق تھی، کسی نے ڈھائی تین لاکھ کا اندازہ لگایا، اور اندازہ کیا بالیقین اتنی تعداد تھی الحمد للہ جبکہ بعض دوسرے اضلاع کے لوگ تو جنازہ میں پہنچ بھی نہیں سکے، صرف مقامی لوگوں کا اتنا بڑا مجمع ہوگیا، اور یہ سلسلہ بعد تدفین کئی روز تک جاری رہا لوگ جوق در جوق فاتحہ خوانی کی غرض سے مزار عالی پر حاضر ہوتے رہے۔

اللہ پاک شیخ مرحوم کے درجات بے حساب بلند فرمائے، اور ان کی خدمتِ حدیث کا ان کو بہترین بدلہ عطا فرمائے کہ تقریباً پچاس سال تک بخاری شریف کی خدمت کرتے رہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال یکم شوال کو ہوا تھا اور اس خادمِ بخاری کا انتقال ۱۶/ شوال کو ہوا۔ حافظ ابن رجب خلیلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ سلفِ صالحین اس بات کو پسند کرتے تھے کہ کچھ اعمال صالحہ کے بعد اس دنیا سے جائیں جیسے حج یا رمضان کے روزے وغیرہ۔

رمضان کے آخری عشرہ میں جو خدام حاضر ہوئے تھے ان میں سے ایک مولانا صاحب کا بیان ہے کہ حضرت شیخ نے ان سے کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین کو خواب میں دیکھا، شیخین میں سے ایک نے فرمایا "آؤ! جلدی آؤ بہت دیر ہوگئی اب کتنی دیر انتظار کراؤ گے"۔ انتقال کے بعد ایک اور عالمِ دین نے دیکھا کہ شیخ مرحوم ایک چارپائی پر کسی بزرگ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اور دونوں کے ہاتھ میں شربت کا گلاس ہے جس کو نوش فرما رہے ہیں۔ ایک اور خادم نے دیکھا کہ آپ اپنے حجرہ میں تشریف فرما ہیں چہرہ بہت نورانی اور گلاب کے پھول کی طرح خوبصورت ہے۔

اللہ پاک حضرت کی قبر کو تا حد نظر کشادہ فرمائے۔ جنت کے باغات میں سے ایک بہترین باغ بنائے۔ حضرت کو ان کی قبر میں بے حد سکون و آرام نصیب فرمائے۔ حضرت کے درجات بے حساب بلند فرمائے، حضرت کے تمام خدام و متعلقین اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین بحرمة سید المرسلین وصلوات وسلامه عليه وعلى آله الى يوم الدين.

☆☆☆

ایصال ثواب وتعزیتیں

أذكروا محاسن موتاكم و كفوا عن مساويهم (الحديث)

ریحانۃ الہند، محدث عصر، امیر المؤمنین فی الحدیث استاذ محترم و مرشد کبیر حضرت االامام العلام شیخ محمد یونس جونپوریؒ کی وفات ایسی وفات نہیں تھی جس کا صدمہ کسی خاص گھرانہ یا کسی خاص محلّہ، گاؤں یا خاص مسلک و مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں تک محدود نہیں بلکہ جیسے ہی وفات ہوئی چند منٹوں میں یہ خبر اتنی سرعت کے ساتھ پھیلی کہ پوری دنیا میں بجلی بن کر گری خصوصاً ملک ہندوستان کے ہر ہر گاؤں کے مسلمانوں کے دلوں کو جھنجھوڑ دیا (کیونکہ اس ملک کا شاید ہی کوئی ایسا گاؤں ہوگا جہاں آپکے تلامذہ اور عقیدت مند نہ ہوں) آپؒ کے سانحۂ ارتحال کو پوری دنیا میں بیحد رنج وغم کے ساتھ محسوس کیا گیا اس روح فرسا جانکاہ کی خبر پھیلتے ہی چند منٹوں میں دونوں مظاہر علوم کے احاطے سے لیکر سڑکوں تک لوگوں کی بھیڑ جمع ہوگئی اور بڑی تیزی کیساتھ لوگوں کا سیلاب سہارنپور کی طرف بڑھتا ہی چلا گیا اور گھنٹہ بھر میں ہی لوگوں کا ایک جم غفیر جمع ہوگیا اور دیکھتے دیکھتے مظاہر علوم کی چہار طرف سڑکوں پر تاحد نظر محبین و عاشقین اس طرح چھاگئے کہ پورے شہر سہارن پور میں ہر چہار جانب سے لوگ مظاہر علوم ہی کی طرف قدم بڑھاتے نظر آرہے تھے بتانے والوں نے بتایا کہ سہارنپور کی تاریخ میں کسی کے آخری دیدار اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے اتنا بڑا جم غفیر حضرت فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے جنازہ کے علاوہ کسی نے اب تک نہیں دیکھا تھا محتاط اندازہ کے مطابق ڈھائی سے تین لاکھ کا مجمع ٹھاٹھیں مارتے ہوئے

قبرستان حاجی شاہ کمال کی طرف بڑھ رہا تھا مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم مرد وعورت بھی اس منظر کو رشک بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں بڑی مشکل سے مغرب سے پہلے نماز جنازہ ہوئی تجہیز و تکفین کے بعد بھی سہارنپور کی جانب آنے والے لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا تقریباً ایک ہفتہ تک ملک و بیرون سے آنے والے جاں نثاروں کا سلسلہ جاری رہا اور ہمارے حضرتؒ کے محبین اور عقیدت مندوں نے ملک و بیرون ممالک میں غائبانہ نماز جنازہ بھی پڑھیں حضرت مولانا عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی ماہنامہ مظاہر علوم کے اداریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ذرائع کے مطابق دنیا کے تقریباً بارہ یا تیرہ ممالک میں عقیدت مندوں نے شافعی مسلک کے مطابق غائبانہ نماز جنازہ ادا کی خصوصاً مراکش، الجزائر، یمن اور کنیڈا میں عالم اسلام کے قدیم ترین اداروں میں جامعہ زیتونیہ (تیونس) میں بھی باقاعدہ غائبانہ نماز جنازہ کا اہتمام کیا گیا اور حضرت کے لئے خصوصی دعائے مغفرت کی گئی۔

نیز وفات کی خبر پھیلتے ہی ملک و بیرون کے مدارس و جامعات میں قرآن خوانی کرا کے ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا اور تعزیتی اجلاس منعقد کر کے حضرتؒ کو خراج عقیدت پیش کیا گیا خصوصاً مظاہر علوم قدیم و جدید میں بڑے اہتمام کے ساتھ تعزیتی جلسے منعقد کئے گئے جس میں ملک و بیرون ملک کے متعدد علماء نے اُذکروا محاسن موتاکم حدیث کے پیش نظر آپ کے محاسن کا تذکرہ فرما کر دعائے مغفرت کی دوسری طرف آپکی حیات کے محاسن و کمالات کو عامۃ الناس تک پہنچانے کے لئے اہل قلم باحسن وجوہ اقدام فرما کر اخبارات و جرائد کے ذریعے کلامِ منثور و منظوم میں خراج عقیدت پیش کیا اور یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔

چنانچہ مولانا خیرآبادی تحریر فرماتے ہیں کہ مجلّہ المجتمع بابت ۱۹؍ جولائی

۲۰۱۷ء سنی آن لائن ایران بابت ۱۱؍ جولائی ۲۰۱۷ء اردو نیوز، سعودیہ عربیہ، موطنی نیوز ٹی وی وچینل اور ہندوستان کے سبھی اردو اخبارات اور اکثر ہندی وانگریزی اخبارات کے ساتھ ساتھ پاکستان سے روزنامہ جنگ، روزنامہ اوصاف، روزنامہ نوائے وقت نے اپنی اپنی اشاعتوں میں حضرتؒ مرحوم کے لئے تعزیتی کلمات شائع کئے روزنامہ اخبار المدارس پاکستان اور روزنامہ انقلاب ہندوستان نے تو باقاعدہ خصوصی ضمیمہ شائع کیا (خصوصی طور سے ہمارے حضرتؒ کی پاکیزہ حیات اور تابندہ نقوش کو محفوظ کرنے کے لئے ہمارے روحِ رواں نشین فقیہ الاسلام حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم کی سربراہی میں آئینۂ مظاہر علوم کا خصوصی شمارہ ایک وقیع دستاویز کی شکل میں بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے)

اسی طرح ہندوستان کے علاوہ عالم اسلام کے مشہور ومعروف علمی اداروں نے بھی حضرت مولاناؒ مرحوم کی کمی کو شدت سے محسوس کیا اور تعزیتی پیغامات جامعہ مظاہر علوم کو ارسال کئے خاص طور سے دار العلوم دیوبند، دار العلوم وقف دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ، جمعیۃ علماء ہند اسلامی فقہ اکیڈمی، جماعت اسلامی ہند کے علاوہ مسجد نبوی شریف کے استاذ اور فقہی تعلیم کے لئے ادارہ فقہاء کے سربراہ شیخ عامر شریف بہجت، تنظیم ''علماء المسلمین بالعراق'' جامعہ اسلامیہ یورپ کے سربراہ شیخ ڈاکٹر علی القرہ داغی وغیرہ نے اس سانحہ پر حضرت شیخ محمد یونس رحمۃ اللہ رحمۃً واسعاً کو عالم محدث زاہد اور اسلاف کا نمونہ کہہ کر خراج عقیدت پیش کیا۔

آہ یونسؔ ہر دل عزیز

بقلم مولانا ولی اللہ ولی قاسمی بستوی استاذ مظاہر علوم وقف سہارنپور

بروفات حسرت آیات

ریحانۃ الہند، محدث العصر، حضرت مولانا محمد یونس صاحب، جونپوری علیہ الرحمہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

خدمت دیں کر رہے تھے یونسؔ ہر دلعزیز
پیکرِ علم و ہنر تھے صاحبِ عقل وتمیز
نسلِ نو کے ہے سروں پر ان کا احسانِ عظیم
مغفرت فرمائے ان کی مہرباں ربِّ عزیز

زینتِ باغِ مظاہؔر رونقِ درسِ حدیث
شیخ سے حاصل ہوا تھا منصبِ شیخ الحدیث
وہ کتابوں کے حوالے درس میں دیتے رہے
صاحبِ تحقیق تھے وہ ماہرِ فنِّ حدیث

عالمِ اسلام کے وہ تھے محدث نامور
علم وفن کی مملکت کے وہ رہے ہیں تاجور
ان کے جانے سے مظاہؔر کا چمن سونا ہوا
حشر تک روتے رہیں گے یاد کر کے بام ودر

شیخ زکریاؔ کے تھے مرحوم منظورِ نظر
اور اسعدؔ رائے پوری کے رہے لختِ جگر
بھائی جیسا شیخ اطہؔر سے رہا ان کا سلوک
حضرتِ مفتی مظفؔر کے لئے مثلِ پسر

وہ رہے ہیں ایک اہلِ فنِّ اسماء الرجال
درس میں ہوتا رہا ہے خوب ان کے قیل وقال
جو درِ دولت پہ آتے تھے لئے سچی طلب
ان کے حق میں تھی زبانِ حق بیاں جامِ زُلال

وہ چمن زارِ مظاہؔر کی رہے ہیں آبرو
ان کے علم وفضل کی شہرت رہی ہے چارسو
کس قدر مقبول تھا درسِ بخاری، کیا کہیں؟
کاروانِ علم کرتا تھا انہی کی جستجو

تھیں کتب بینی میں ان کی کس قدر گہرائیاں
اور تھیں فکر و نظر میں کس قدر گیرائیاں
جو سبق میں آکے بیٹھا ہو کے گرویدہ رہا
ان کی مجلس میں ہوا کرتی تھیں نکتہ سنجیاں

تھے مظاہر کے اکابر کی سنہری یادگار
اور گلزارِ مظاہر کے رہے ہیں جاں نثار
ان کے چہرے سے رہی ہے پھوٹتی نورانیت
تھا سرِ نازاں پہ علم وفن کا تاجِ زر نگار

شیخ یونس کا زمانے میں بھلا ثانی کہاں
نازشِ ہندوستاں تھے اور تھے فخرِ زماں
شہ نشینی تھی انہیں حاصل مجالس میں مدام
اہلِ عرفان وبصیرت اور تھے پیرِ مغاں

کل تراسی سال پر تھی مشتمل ان کی حیات
ہیں بہت ان کی جہاں میں باقیاتِ صالحات
بارگاہِ کبریا میں ہے ولی کی یہ دعا
نیکیاں مقبول ہوں مٹ جائیں ساری سیّئات

تاریخی قطعات

علامۂ مظاہر علوم

۱۴۳۸ھ

عاشق علم حدیث وحید زماں محمد یونسؒ

۱۴۳۸ھ

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس والاحسب

۲۰۱۷ء

طالب حق شیخ محمد یونس آسودۂ خاک ہوگئے

۲۰۱۷ء

محدث متین منصور

۱۴۳۸ھ

لاریب محمد یونس فخر زمن

۱۴۳۸ھ

(ماخوذ ماہنامہ مظاہر علوم)

سبحانی کی دیگر تالیفات

خزینة الفقه فی مسائل النکاح (الجزء الاول)

خزینة الفقه فی مسائل الطلاق (الجزء الثانی)

خزینة الفقه فی مسائل الوقف (الجزء الثالث)

الجهد الکوثری علیٰ ختم البخاری

محسن مؤمن قوم حضرت پیر مشائخ رحمۃ اللہ علیہ

سلسلۂ ستاریہ اور اس کے چند بزرگان

تذکرہ شیخ عبدالرحیم متالا کچھ یادیں اور باتیں

دینی کارندوں کے لئے رہنماء اصول

آہ! میرے والد حاجی محمد کلیم

اجتمائی کام کے زریں اصول

الجوهر المفید فی تحقیق الاسانید

مدارس کو تبلیغی و خانقاہی نظام سے جوڑنے کی درخواست اور چند فوائد

تذکرۃ الشیخ محمد یونس کچھ یادیں اور ہدایتیں

اپیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحب تذکرہ ہمارے حضرت شیخؒ کی شخصیت ایسی مجمع الکمالات اور جامع علم وعرفاں تھی کہ جس کی زندگی کا ہر لمحہ کسی نا کسی علمی وعملی اور روحانی رنگ میں رنگا ہوا ہے جن کے ہر عضو، ہر رواں سے شریعت وسنت جھلکتی ہے ظاہر ہے اس مختصر رسالہ میں ولادت سے وفات تک کے سارے حالات جمع نہیں ہو سکتے اس لئے اکابر علماء خصوصاً مظاہر علوم کے سربراہ حضرات نے اس کے بعد مفصل سوانح لکھنے کا مشورہ دیا جس پر عمل کرنا ہمارے لئے سعادت ہے۔

لہٰذا حضرات قارئین سے درخواست ہے کہ حضرت سے متعلق اگر کوئی واثق اور معتبر معلومات ہوں تو ازراہ کرم بذریعہ ڈاک، ای میل اور وہاٹس اپ ارسال فرمادیں تاکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کی علمی وعملی اور روحانی مخفی گوشوں سے نسل نو صحیح سمت پاکر راہ مستقیم پر گامزن ہوسکے جو حضرت کے لئے بھی رفع درجات اور ہم سبھوں کے لئے سعادت کا ذریعہ ثابت ہوگا مثلاً ولادت وطفولیت، خاندانی حالات و فقہی مسلک، لہو ولعب سے احتراز، تحصیل علم، فراغت، علمی انہماک شیوخ واساتذہ ومعزز معاصرین، درس وتدریس و متعلقہ کتب، خصائل وشمائل، محاسن وکمالات، علمی ذوق، علمی مقام، فن حدیث میں آپ کی امامت، فن اسماء الرجال وجرح وتعدیل میں حضرت کا مقام، حضرت کی درسی شان، درسی صفات، تصنیفات، تالیفات، افادات، سنت واتباع شریعت کا عشق، زہد وتقویٰ، استغناء وتوکل، رعب ودبدبہ، فنائیت واپنائیت، اخلاق کریمانہ، تواضع وانکساری، ایثار وقربانی شوق حج وعمرہ، مجموعۃ الامراض، صبر وقناعت، آپ سے فیض پانے والی اہم شخصیات، مریدین ومتوسلین، خلفاء ومجاز، اوران کا تعارف وغیرہ مضامین سے ہمارے اس کام میں تعاون فرماکر ثواب دارین حاصل کریں۔

فقط والسلام

Mufti kauser Ali Subhani
Room No.36 Qadem Madrasa Mazahir Uloom Waqf Saharanpur
Mob & Whatsapp No. 8859040180 E Mail: muftiksubhani@gmail.com